www.aaiil.org

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا
اور سب کے سب اللہ کے عہد کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو
آل عمران (۱۰۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایما رجل قال لاخیہ یا کافر فقد باء بہا احدھما
جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہے وہ کفران دونوں میں سے ایک پر پڑتا ہے
(حدیث متفق علیہ)

تحفظ ختم نبوّت کا حقیقی داعی واحمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا کا ترجمان

ماہنامہ چودھویں صدی دہلی

مدیر ممتاز عالم

مدیر اعزازی عبد الغفار

میں علیٰ رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پرانا نہ نیا۔ (فرمان مجدّد صد چہار دہم)

فی شمارہ ۱۰ روپے
سالانہ چندہ -/۱۰۰ روپے • بیرون ملک ۱۰ پونڈ۔ ڈالر امریکن ۱۲ ڈالر

ایک خدا ★ ایک رسول ★ ایک کتاب

جلد نمبر ۱	ربیع الاوّل ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ مطابق جون جولائی ۲۰۰۰ء	مشترک شمارہ نمبر ۴۔۵

اس شمارے میں

۱۔ اداریہ
۲۔ تحریک احمدیت کا صحیح مفہوم (قسطوار)
۳۔ علامہ اقبال اور لاہوری جماعت
۴۔ فرائض اسلام میں نماز کا نظام (قسطوار)
۵۔ حضرت صاحب کا ایڈیٹر الحکم کے نام خط
۶۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ
۷۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب علماء اسلام کی نظر میں
۸۔ قادیانی جماعت کا حضرت بانی سلسلہ احمدیت کے معتقدات سے انحراف (موازنہ)
۹۔ بسلسلہ ختم نبوت (مضمون)

حضرت مسیح موعود کا فرمان

اے میرے دوستو۔ اب میری ایک آخری وصیت کو سنو اور ایک راز کی بات کہتا ہوں اس کو خوب یاد رکھو کہ تم اپنے ان تمام مناظرات کا جو عیسائیوں سے تمہیں پیش آتے ہیں پہلو بدل لو اور عیسائیوں پر ثابت کردو کہ درحقیقت مسیح ابن مریم ہمیشہ کے لئے فوت ہو چکا ہے۔ یہی ایک بحث ہے جس میں فتحیاب ہونے سے تم عیسائی مذہب کی روئے زمین سے صف لپیٹ دو گے۔ تمہیں کچھ بھی ضرورت نہیں کہ دوسرے لمبے لمبے جھگڑوں میں اپنے اوقات عزیز کو ضائع کرو۔ صرف ابن مریم کی وفات پر زور دو اور پر زور دلائل سے عیسائیوں کو لاجواب اور ساکت کردو۔ جب تم مسیح کا مردوں میں داخل ہونا ثابت کردو گے اور عیسائیوں کے دلوں پر نقش کردو گے تو اس دن تم سمجھ لو کہ آج عیسائی مذہب دنیا سے رخصت ہوا۔ یقیناً سمجھو کہ جب تک ان کا خدا فوت نہ ہو ان کا مذہب بھی فوت نہیں ہو سکتا۔ دوسری تمام بحثیں ان کے ساتھ عبث ہیں۔ ان کے مذہب کا ایک ہی ستون ہے اور وہ یہ ہے کہ اب تک مسیح ابن مریم آسمان پر زندہ بیٹھا ہے۔ اس ستون کو پاش پاش کرو پھر نظر اٹھا کر دیکھو کہ عیسائی مذہب دنیا میں کہاں ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ بھی چاہتا ہے کہ اس ستون کو ریزہ ریزہ کردے اور یورپ اور ایشیا میں توحید کی ہوا چلا دے اس لئے اس نے مجھے بھیجا اور میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے۔ میں بڑے دعوے اور استقلال سے کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے

ایڈیٹر، پبلشر، پرنٹر ممتاز عالم نے ہرشا پروس اینڈ پرنٹر H/-12 مانسرور پارک شاہدرہ دہلی سے چھپوا کر L-25A دلشاد گارڈن دہلی سے شائع کیا۔ فون نمبر :- 2296616

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

احمدیت کی مخالفت کا سلسلہ تو اہل حدیث عالم مولانا محمد حسین بٹالوی سے شروع ہو گیا تھا بعد ازاں مخالفت کی آگ بھڑکتی گئی اسمیں علمائے لدھیانہ مشائخ ہند کی دو ایک ہستیاں علمائے دیوبند، علمائے بریلی مجلس احرار اسلام اور جماعت اسلامی، جمعیۃ العلماء ہند، جمعۃ علماء اسلام وغیرہ وغیرہ نے بڑھ چڑھکر حصہ لیا لیکن یہ الٰہی سلسلہ آج تک قائم ہے اس سلسلہ کو جو نقصان پہنچا اس میں جماعت قادیان کی غلو پسندانہ عقائد کا بھی دخل رہا ہے بانی سلسلہ کے اصل موقف اور معتقدات سے قادیانی جماعت کے انحراف کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ کی حیثیت زبردست مجروح ہوئی احمدیت کے بارے میں عوام الناس میں زبردست نفرت پھیلی عقیدہ اجرائے نبوت اور مسئلہ تکفیر المسلمین کی وجہ سے سیاستدانوں کے احتجاج واصرار پر پاکستان نیشنل اسمبلی میں انہیں باقاعدہ غیر مسلم قرار دیدیا گیا۔ اسکے تحت بانی سلسلہ احمدیہ سے منسلک ہر فریق غیر مسلم قرار پایا لاہوری جماعت بھی اس فتوئی کی زد میں آئی یہ جماعت حقیقی معنوں میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ رکھتی ہے اور قطعی طور پر ختم نبوت کی قائل ہے البتہ مرزا غلام احمد صاحب کو ان کے ارشادات کے مطابق انہیں چودھویں صدی کا مجدد مسیح موعود اور امام الزماں اور خادم اسلام مانتی ہے۔ حضرت مرزا صاحب ۱۹۰۵ء میں شائع ہونے والی کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۴۴ میں فرماتے ہیں چونکہ مسیح موعود مجدد ہے اور مجدد غلطیوں کی اصلاح کیلئے آیا کرتے ہیں۔" انتقال سے ایک سال قبل ۱۹۰۷ء میں لکھتے ہیں یہ بھی اہل سنت میں متفق علیہ امر ہے کہ یہ آخری مجدد اس امت کا مسیح موعود ہے"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۳)

پھر ایک جگہ لکھتے ہیں "آثار صحیحہ سے ثابت ہے کہ جو شخص عیسائیت کے فتنے کو دور کرنے کیلئے صدی کے سر پر بطور مجدد ظاہر ہوگا اس مجدد کا نام مسیح ہے۔ (کتاب البریہ صفحہ ۱۸۱حاشیہ)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان پاکستان سے باقاعدہ احمدیت کے پرچار کا سلسلہ جاری ہے اسی کی شاخ کل ہند تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند سے معاندانہ ومخالفانہ لٹریچر شائع کر رہی ہے۔ اس سے قبل ان کی مخالفت کا رخ قادیانی جماعت کی طرف تھا۔ لیکن اب لاہوری جماعت یعنی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی طرف مخالفت کا رخ موڑ دیا ہے۔ اور ایک کتابچہ "مرزائیوں کی لاہوری پارٹی کے دھوکہ میں نہ آئیں" شائع کیا ہے مطالعہ کے بعد ہمیں ان مولوی صاحبان کی علمیت پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔ تعجب ہے اتنے بڑے عالمی شہرت یافتہ ادارہ دارالعلوم دیوبند کے فاضل مرتب مولوی ادریس صاحب کو لاہوری جماعت کے الف ب کا بھی علم نہیں ہے وہ فرماتے ہیں۔

"اس جماعت کا بانی مولوی محمد علی لاہوری ہے جس نے مارچ ۱۸۹۷ء میں مرزا قادیانی کی صحبت اختیار کی اور مرزا قادیانی سے بیعت ہوا۔۔ انگریزی نبی مرزا قادیانی کے دعوؤں کو فروغ دینا شروع کیا۔۔۔۔ ۱۹۱۴ء میں حکیم نورالدین (مرزا قادیانی کا پہلا خلیفہ) کی موت کے بعد جب خلافت کی جنگ چھڑی اور ایک طرف خلافت کا دعویدار مرزا کا بیٹا مرزا بشیر الدین محمود دوسری طرف خود مسٹر محمد علی تھا لیکن جیت بشیر الدین کی ہوئی۔۔۔۔ اس ہار کی رنجش سے مرزائیت کو اس وقت دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور محمد علی لاہوری نے الگ نظریہ اپنا کر لاہوری جماعت کی تشکیل کر لی اور ۱۹۲۰ء میں اپنا ہیڈ آفس بجائے قادیان کے لاہور میں قائم کر لیا اور اس تنظیم کا نام انجمن اشاعت اسلام احمدیہ رکھا اور خود ہی اس کا پہلا امیر منتخب ہوا اس کے مرنے کے بعد اس انجمن کا دوسرا امیر صلاح الدین چنا گیا اور آج اس کی ذمہ داری ڈاکٹر نصیر احمد کے ہاتھوں میں ہے جو قادیانیت ہی کے رنگ وروپ میں مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں"

بلا شبہ لاہوری جماعت بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اسلامی تعلیمات واصولوں کے عین مطابق قائم ہے۔ اسکے اول امیر مولانا محمد علی صاحب نے کسی بھی عقیدہ میں تبدیلی نہیں کی نہ کبھی انھیں خلیفۃ المسیح بننے کا شوق ہوا اور نہ تمنا فاضل مرتب نے ایک قادیانی مصنف کی مولانا محمد علی صاحب کے خلاف لکھی ہوئی کتاب کی مدد سے اس کتابچہ کو مرتب کیا ہے اور دعوی کیا ہے کہ آج تک مولوی محمد علی اور اسکے پیروکار اس چیلنج کا جواب نہیں دے سکے اور نہ کوئی ایسی تحریر لکھی گئی جس سے مولوی محمد علی پر جو الزامات عائد ہوتے ہیں صاف ہو جائیں اور قادیانی اور لاہوری جماعت میں کوئی واضح فرق معلوم ہو جائے۔

کاش مولوی محمد ادریس صاحب کتابچہ شائع کرنے سے قبل ہم سے رابطہ قائم کرنے کی زحمت فرماتے تو وہ محمد علی صاحب کو لاہوری جماعت کا بانی نہ کہتے اور انجمن کے صحیح نام کا بھی علم ہو جاتا یعنی انجمن اشاعت اسلام احمدیہ نہ لکھتے بلا شبہ مولانا محمد علی صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے بانی ہیں اور جماعت احمدیہ لاہور کے پہلے امیر ہیں ان کے بعد دوسرے امیر مولانا صدر الدین صاحب مرحوم تھے نہ کہ صلاح الدین نامی شخص ان کے بعد ڈاکٹر سعید احمد خاں امیر منتخب ہوئے اور آجکل ڈاکٹر اصغر حمید صاحب امیر جماعت ہیں نہ کہ ڈاکٹر نصیر احمد بلکہ نصیر احمد نام کا کوئی شخص کسی بھی عہدہ پر فائز نہیں ہے۔

مولانا محمد علی صاحب نے ۱۹۲۰ء میں نہیں بلکہ ۱۹۱۴ء میں اپنا دفتر لاہور میں قائم کیا یہ وہی مقام ہے جہاں حضرت مرزا صاحب بانی سلسلہ کی وفات ہوئی تھی۔

بقیہ صفحہ ۲۴ اور کالم نمبر ا پر ملاحظہ فرمائیں۔

تحریک احمدیت کا صحیح مفہوم

احمدیت مشہور معنے میں فرقہ بھی نہیں

حضرت مولانا محمد علی مفسّرِ قرآن

قسط نمبر ۲

دنیا کا ہر ایک مذہب کچھ ایسے فرقوں پر منقسم ہے جن کا اصول مذہب میں باہم اختلاف ہے مثلاً عیسائی وہ لوگ بھی ہیں جو حضرت عیسیٰؑ کو خدا مانتے ہیں اور وہ بھی ہیں جو آپ کو محض انسان مانتے ہیں اور اب تو علم کی ترقی کے ساتھ یہ گروہ بہت قوت حاصل کرتا جا رہا ہے۔ گویا تین خداؤں کو ماننے والے بھی عیسائی، ایک خدا کو ماننے والے بھی عیسائی۔ ہندو وہ لوگ بھی کہلاتے ہیں جو خدا کو ایک مانتے ہیں اور وہ بھی جو بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور تینتیس کروڑ دیوتاؤں کو مانتے ہیں جو ویدوں کو خدا کا کلام مانتے ہیں' اور جو انہیں انسان کا کلام سمجھتے ہیں۔ حقیقت میں یہی فرقہ کہلانے کے مستحق ہیں کیونکہ ان کے اصول میں تفریق ہے اور وہ ایک دوسرے کو کافر کہنے کے حقدار بھی ہیں ان معنوں کے لحاظ سے اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ کیونکہ جس قدر اسلام میں فرقے ہیں وہ سب کے سب اصول میں متحد ہیں۔ سب مسلمان ایک خدا کے قائل۔ سب کے سب محمد رسول اللہ صلعم کی ختم نبوت کے قائل۔ سب کے سب ایک ہی قرآن کو خدا کا آخری کلام مانتے ہیں جس کے کسی نسخہ میں زیر وزبر کا فرق نہیں۔ سب کا قبلہ ایک ہے ہاں اس اتحاد کے ساتھ کہ سب کا خدا ایک سب کا رسول ایک سب کا قبلہ ایک سب کی کتاب ایک' جزئیات اور فروع دین میں بعض آئمہ غور اور فکر کر کے ایک نتیجے پر پہونچے بعض دوسرے پر، ایک گروہ ایک امام کے ساتھ ہو گیا ایک دوسرے کے ساتھ۔ اسلام میں فرقوں کی اصلیت صرف اسی قدر ہے کہ فقہی مسائل میں بعض گروہ ایک مسلک رکھتے ہیں۔ بعض دوسرا پس مسلمانوں کے فرقوں کے اختلافات سب کے سب فروعی امور میں ہیں۔ اور فروع میں اختلاف در حقیقت ایک رحمت ہے۔ جس کے لئے نبی کریم صلعم نے فرمایا "اختلاف امتی رحمة" کیونکہ اس سے اتحاد کے ساتھ آزادی" رائے کا راستہ کھلتا ہے اور آزادیٔ رائے یا آزادیٔ اجتہاد در حقیقت ایک برکت ہے جس سے ہر قسم کی علمی ترقی پیدا ہوتی ہے اور ہر شخص کے اندر غور اور فکر کرنے کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ یوں مسلمانوں کے فرقی اختلاف حقیقتاً کوئی اہمیت نہیں رکھتے مگر احمدیت کی بنیاد کسی ایسے فرقی اختلاف پر بھی نہیں رکھی گئی۔ احمدیت کا بنیادی پتھر وہی تھا جو آخر اس کی نمایاں خصوصیت ہے یعنی اشاعت و حفاظت اسلام۔ اور احمدیت کے جو کچھ فروعی اختلاف دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ہیں ان کا تعلق فقہی مسائل سے قطعاً نہیں بلکہ صرف ان امور سے ہے جو اشاعت و حفاظت اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اس کا ثبوت خود تاریخ سلسلہ سے ملتا ہے۔ جب حضرت مرزا صاحب نے جماعت کی بنیاد رکھی اور اس غرض کے لئے بیعت کا اعلان کیا تو اس وقت آپ کو کسی مسئلہ میں بھی کوئی اختلاف دوسرے مسلمانوں سے نہ تھا اور جماعت بنانے کی غرض اشاعتِ اسلام ہی تھی گو اس سے پہلے بھی آپ اپنی ذات سے حفاظت و اشاعت اسلام کا کام ہی کرتے تھے۔ مگر اب آپ کو یہ حکم ہوا کہ ارشادی الٰہی ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر کے ماتحت اشاعت اسلام کی مستقل بنیاد رکھیں اس کے فوراً بعد آپ نے رسالہ "فتح اسلام" لکھنا شروع کیا جس میں صراحت سے اشاعت اسلام کے کام کو پانچ شاخوں پر تقسیم کیا گیا بعد میں آپ پر ظاہر ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا عقیدہ اشاعت اسلام کے رستے میں روک ہے اسی پر آپ کے دعویٰ کی بنیاد ہے اور اسی پر مسلمانوں نے آپ کی مخالفت شروع کی۔

فقہی مسائل میں احمدیت کا مسلک: جملہ فقہی مسائل میں احمدیت کا مسلک بالکل آزادانہ ہے۔ آمین ورفع یدین کے مسائل ہوں یا نماز روزہ وغیرہ کے جزئیات کے متعلق اختلاف ہوں یا نکاح، طلاق وراثت وغیرہ کے مسائل کے متعلق اختلاف ہوں ان سب میں احمدیت کا مسلک آزادانہ ہے۔ کوئی ایک مسئلہ کو درست مانے یا دوسرے کو۔ ایک ہی صف میں رفع یدین کرنے والے اور نہ کرنے والے اور آہستہ کہنے والے، ہاتھ سینے پر یا نیچے باندھنے والے۔ پہلو بہ پہلو کھڑے ہوتے ہیں اور ایک کو دوسرے کے فعل پر ادنےٰ

اعتراض بھی نہیں اور یہی آزادی جملہ فقہی مسائل میں ہے جو اسلام کا قانون یا شریعت کہلاتے ہیں۔ بلکہ مسائل فقہی کے لحاظ سے یوں کہنا چاہئے کہ احمدیت تمام اسلامی فرقوں کی جامع ہے۔ اور تمام اسلامی فرقوں کو ایک کرنے والی ہے اور ایک دوسرے کو اتحاد کی دعوت دیتی ہے۔ احمدیت کے فروعی اختلافات دوسرے مسلمانوں سے صرف ان امور میں ہیں جن کا تعلق اعدائے اسلام سے ہے یعنی جن کی ضرورت اعدائے اسلام سے مقابلہ میں یا یوں کہئے کہ اسلام کی حفاظت اور اشاعت میں پیش آتی ہے۔ پس اگر احمدیت ایک فرقہ ہے تو نہ اس معنے میں جس معنی میں دوسرے مذاہب کے فرقے ہیں کیونکہ اس معنی میں اسلام میں کوئی بھی فرقہ نہیں اور نہ ہی اس معنی میں جس معنے میں خود مسلمانوں میں فقہی مسائل کے اختلاف سے فرقے بن گئے ہیں بلکہ اس معنے میں یہ تمام فرقوں کی جامع اور ان کو ایک کرنے والی ہے بلکہ یہ صرف اس معنے میں فرقہ ہے کہ اعدائے اسلام کا مقابلہ کرنے میں یا اسلام کی تبلیغ میں احمدیت نے کچھ خاص باتیں پیش کی ہیں۔ اندرونی اصلاح کا کام خود انہی امور کے اندر آجاتا ہے۔

احمدیت اشاعت اسلام کی تحریک ہے:۔ اس لحاظ سے کہ احمدیہ جماعت دوسری اسلامی جماعتوں سے بعض امور میں ممتاز ہے اسے ایک فرقہ بھی کہا جاسکتا ہے لیکن فی الحقیقت یہ اسلام میں ایک عظیم الشان تحریک ہے جس کی غرض مسلمانوں کے اندر اشاعت اسلام کا احساس اور اس کے لئے قوت پیدا کرنا ہے نہ صرف چند اختلافی امور کو قائم کرنا جیسا کہ ہر فرقہ کے مدنظر ہوتا ہے مثلاً اگر احمدیت کی غرض وغایت یہی ہو اور اس کا سارا زور اسی بات پر صرف ہو کہ یہ ثابت ہو جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے۔ اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہی وہ مسیح ہیں جن کا اس امت کے لئے وعدہ دیا گیا تھا اور آپ ہی وہ موعود مہدی ہیں جن کا ذکر احادیث میں ہے تو اسے محض ایک فرقہ قرار دینا جیسے اور فرقے مسلمانوں میں ہیں شاید ایک حدتک درست کہلا سکے۔ لیکن احمدیت کی غرض وغایت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو ثابت کرنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود منوانا نہیں بلکہ اصل غرض وغایت کے حاصل کرنے کے یہ صرف ذرائع ہیں۔ اور وہ غرض وغایت اسلام کی حفاظت اور اشاعت اور اس کا احساس مسلمانوں کے اندر پیدا کرنا ہے۔

احمدیت کی سب سے مشہور خصوصیت کا اشاعت اسلام سے تعلق:۔

احمدیت کی سب سے مشہور خصوصیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا عقیدہ ہے۔ گو سلف میں ایسے بزرگ گذر چکے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل تھے جیسے مثلاً امام بخاری جنہوں نے اپنی صحیح میں ابن عباسؓ سے متوفیک کے معنے ممیتک نقل کیے ہیں۔ یعنی توفی کے معنے مع جسم لینا جو بعد میں لوگوں نے کر لئے ہیں انہیں قبول نہیں کیا بلکہ اس کے معنے موت وارد کرنا ہی کئے ہیں۔ اور امام مالک جن کا مذہب ہی یہ بتایا گیا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پا جانے کے قائل تھے۔ اَلْاَکْثَرُ وْنَ عَلٰی اَنَّ عِیسٰی لَمْ یَمُتْ وَقَالَ مَالِكٌ مَاتَ اتنے بڑے دو بزرگوں کے صریح اقوال کے ہوتے ہوئے کہ حضرت عیسیٰ فوت ہوگئے یہ صاف سمجھ آتا ہے کہ سلف میں اور بھی بہتیرے بزرگ ایسے تھے جو وفات مسیح کے قائل تھے۔ بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا تو اس پر اجماع نظر آتا ہے کیوں کہ آنحضرت صلعم کی وفات پر جب لوگوں کو آپ کے فوت ہو جانے کا یقین نہ آتا تھا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس آیت قرآنی کو پڑھ کر انہیں قائل کیا **وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل**۔ محمد صلعم ایک رسول ہی ہیں اور آپ سے پہلے سب رسول گذر چکے جس پر سب صحابہؓ خاموش ہو گئے یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر سب صحابہؓ کا اجماع تھا۔ اگر کسی کے دل میں یہ خیال ہوتا کہ حضرت عیسیٰ زندہ چلے آتے ہیں تو وہ اس وقت اسے کیوں پیش نہ کرتا اور اس زمانہ میں بھی سر سید احمد خان وفات مسیح کے قائل تھے اور مفتی محمد عبدہٗ مصر میں اسکے قائل ہوئے ہیں اور سید رشید رضا بھی قائل ہیں اور ہندوستان کے اور کئی علماء بھی خفیہ طور پر وفات مسیح کے قائل ہیں گو عوام الناس کے خوف سے وہ اس خیال کو ظاہر نہیں کرتے۔ اسکی وجہ صرف یہی ہے کہ اسے احمدیت کی سب سے نمایاں خصوصیت سمجھا گیا ہے اور جہاں کسی شخص نے وفاتِ مسیحؑ کا نام لیا اسے درپردہ احمدی سمجھ لیا گیا۔ بہر حال چونکہ حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کی بنیاد وفات مسیح پر ہے اس لئے اس میں کچھ شبہ نہیں کہ یہ احمدیت کی سب سے نمایاں خصوصیت ہے اور اس کا نام لینے سے لوگ یہاں تک گھبراتے ہیں کہ حال میں ۱۹۳۰ء میں جو دو مسلمان مترجمین نے انگریزی زبان میں قرآن شریف کے دو بلا متن ترجمے شائع کئے ہیں ان میں یٰعیسیٰ انی متوفیك کے معنے کرنے میں ابن عباس اور امام بخاری کی پرواہ بھی نہیں کی گئی۔ اور متوفیک کے معنے اکٹھا کرنا یا پوری پوری جزا دینا کئے گئے ہیں جو لغت کی رو سے بھی درست نہیں۔ بظاہر حیات ووفات مسیح کا مسئلہ نہ اصول اسلام میں داخل ہے نہ فروع میں اس کو کوئی اہمیت حاصل ہے۔ تو پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ احمدیت کی یہ سب سے نمایاں خصوصیت ہو گیا ہے۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا

ہے احمدیت کی غرض اشاعت اسلام اور سب سے بڑھ کر عیسائیت میں اشاعت اسلام ہے۔ کیونکہ احمدیت کا سب سے بڑا مقابلہ دجال سے ہے اور عیسائیت میں اشاعت اسلام کے راستے میں سب سے بڑی روک حیات مسیحؑ کا عقیدہ ہے۔ اگر حضرت مسیحؑ دوہزار سال سے اسی جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں اور کھانے پینے اور جسمانی حوائج سے بالاتر ہیں اور ان کے جسم میں کوئی تغیر و تبدل نہیں آتا تو حضرت مسیحؑ کا جسم فانی جسم انسانی نہ ہوا۔ بلکہ انسانی حوائج اور انسانی خواص سے بالاتر ہونے کی وجہ سے غیر فانی ہوا۔ یہ وہ دلیل ہے جو عیسائی بڑے زور سے پیش کرتے ہیں اور وہ مسلمان جو واقعی مسیحؑ کو دوہزار سال سے زندہ آسمان پر مانتے ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ وہ نہ کھانے پینے کے محتاج ہیں نہ ان کے جسم میں تغیر آتا ہے اس بات کا کوئی جواب نہیں دے سکتے کہ ان عقائد سے یہ لازم آتا ہے کہ حضرت مسیحؑ کو بشر سے بڑھ کر بالفاظ دیگر الوہیت میں شریک مانا جائے۔ پس مسیحؑ کو عملاً غیر فانی مان کر اور خدائی صفات میں شریک ٹھہرا کر ان عیسائیوں میں جو مسیحؑ کو خدا مانتے ہیں تبلیغ اسلام کے معنے ہی کیا ہوئے۔ اس صورت میں تو مسلمان بجائے عیسائیت میں تبلیغ اسلام کرنے کے خود عیسائیت کی تبلیغ کے اثر کے نیچے آئے ہوئے ہیں یہی وجہ تھی کہ حضرت مرزا صاحب کو اپنے تبلیغ اسلام کے اصلی کام کی خاطر وفات مسیحؑ کے مسئلے پر اس قدر زور دینا پڑا۔

بانی تحریک کے دعاوی کا تعلق تبلیغ اسلام سے: پس احمدیت کا صحیح مفہوم صرف اسی قدر ہے کہ وہ تبلیغ اسلام کی ایک زبردست تحریک ہے اور جس قدر اس کی نمایاں خصوصیات ہیں وہ صرف اسی عظیم الشان غرض کو حاصل کرنے کے ذرائع ہیں یہاں تک کہ خود بانی تحریک کے دعاوی کو ماننا بھی بجائے خود ایک مقصد نہیں بلکہ تبلیغ اسلام کے اہم مقصد کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان دعاوی کے تسلیم کرنے سے انسان کے اندر ایک زبردست قوت ایمانی پیدا ہو جاتی ہے۔ جو اسے محض اللہ کی رضا کے حصول کے لئے اعلائے کلمتہ اللہ کا کام کرنے کے قابل بنا دیتی ہے۔ اس کے منطقی دلائل کو کسی کو مطمئن کرسکیں یا نہ کرسکیں۔ لیکن عملی رنگ میں یہ ایک حقیقت ہے جو شخص آپ کی زندگی میں آپ کی صحبت میں بیٹھا یا جس نے آپ کی وفات کے بعد آپ سے روحانی تعلق پیدا کیا ہر ایسے شخص کے اندر تبلیغ اسلام کے لئے نہ صرف جوش اور محبت پیدا ہو گئی بلکہ اس کے اندر یہ زبردست ایمان بھی پیدا ہو گیا کہ اسلام یقیناً دنیا پر غالب آنے والا ہے اور یہ محض ہماری کوتاہی ہے کہ ہم اسے دنیا میں پیش نہیں کرتے ورنہ اسلام کے اندر ایسی قوت موجود ہے کہ خواہ مادہ پرستی کی رو ہو جو آج ہر چیز کو اپنے سامنے بہائے لئے جاتی نظر آرہی ہے اور خواہ عیسائیت کا جال ہو جو آج کل دنیا پر پھیلا ہوا نظر آتا ہے اور خواہ کوئی اور طاقت ہو اسلام کے سامنے سب طاقتیں مغلوب ہونے والی ہیں اور اس کے زبردست اصول کے سامنے ہر ایک کو سر جھکانا پڑے گا۔ یہ ایمان ہی اور خدا کے دین کی وہ محبت ہی ہے جو احمدی جماعت سے ہر قسم کی قربانیاں کرا رہے ہیں بغیر ایمان کے اور بغیر ایک امر سے محبت کے قربانی کا جوش انسان کے اندر پیدا نہیں ہوتا۔ اور احمدی جماعت کی یہ نمایاں خصوصیت صاف بتاتی ہے کہ بانی تحریک کے ساتھ روحانی تعلق سے اسی طرح ایمان اور محبت کی رو انسان کے اندر بہنے لگتی ہے جس طرح پیوند سے ایک درخت کی حالت تبدیل ہو جاتی ہے۔ یوں بھی اگر غور کیا جائے تو وہ دو انسان برابر نہیں ہو سکتے جن کے سامنے کام تو ایک سا ہو لیکن ان میں سے ایک تو اس انتظار میں بیٹھا ہو کر یہ کام کسی دوسرے نے آکر کرنا ہے اور دوسرے کو یہ سمجھ آگیا ہو اور اسے یقین کامل ہو گیا ہو کہ یہ کام خود اسی نے کرنا ہے اور نہ صرف یہ کہ وہ اسے کرنے کا ذمہ دار ہے بلکہ یہ بھی وہ طاقت بھی اس کے اندر موجود ہے جس سے وہ کام ہو سکتا ہے پہلے کی ذہنیت اور ہو گی اور اسے اس کام کی طرف توجہ ہو گی بھی تو اس میں کافی ہمت پیدا نہ ہو گی اور دوسرے کے اندر ایک طرف اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اور دوسری طرف اس احساس سے کہ اسکے اندر اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی طاقت بھی موجود ہے یقیناً وہ قوت اور ہمت پیدا ہو جائیگی جس سے وہ اس کام کو کریگا ان لوگوں کے اندر جنہوں نے بانی تحریک کے ہاتھ میں ہاتھ دیدیا ہے یہ احساس پیدا ہو گیا ہے کہ خدا اور اسکے رسولؐ کے جو وعدہ تھے کہ اسلام پر اس کی قوت اور شوکت کے بعد پھر غربت کا زمانہ آئے گا مگر اپنی روحانی طاقت سے یہ ساری دنیا پر غالب آجائے گا۔ وہ زمانہ آگیا ہے جس مسیحؑ اور مہدیؑ کے نام کے ساتھ دین کے غلبہ کی پیش گوئیاں وابستہ تھیں وہ آچکا ہے اور یہ اب ہمارا فرض ہے کہ اس دین کو دنیا کے کناروں تک پہنچائیں۔ دلوں کو فتح کرنے کی طاقت خود اس کے اندر موجود ہے اور یوں آپ کے دعاوی کو مان لینا ایک نئی قوت ایمانی کو پیدا کرنے کا موجب ہو گیا ہے۔ وہی قوت ایمانی احمدیہ جماعت کے اندر کام کرتی ہوئی نظر آتی ہے یہی مفہوم مسیحؑ موعود کو ماننے کا ہے یہ مطلب نہیں کہ اسلام اس سے پہلے ناقص تھا اور اب مسیح موعود کو مان لینے سے ہمارا دین کامل ہو گیا۔ دین تو اسی دن کامل ہو گیا جس دن **الیوم اکملت لکم دینکم** کی آیت نازل ہوئی۔ لیکن ایمان کا کم یا زیادہ ہونا امر دیگر ہے **الا یمان یزید و ینقص** (بخاری) ایمان بڑھتا گھٹتا رہتا ہے اور مسیح موعود کو مان لینا ایمان کی

زیادتی کا موجب ہے ایک زبردست قوت ایمانی قوت کو پیدا کرنے کا موجب ہے۔اور تبلیغ اسلام کا کام بغیر قوت ایمانی کے نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں کوئی نفع عاجل انسان کے سامنے نہیں جیسا عام ملکی یا قومی تحریکات میں ہوتا ہے۔

احمدیت نے آنحضرت صلعم کے کشوف کی صداقت کو روشن کیا ہے: ادنیٰ تامل سے بھی کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ احمدیت نے رسول اللہ صلعم کی صداقت اور عظمت کا ایک نیا دروازہ کھولا ہے اور بتایا ہے کہ کس طرح آج آپؐ کی تیرہ سو سال پہلے کی پیشگوئیاں ہماری آنکھوں کے سامنے پوری ہو رہی ہیں اور یوں مسلمانوں کے لئے ازدیاد ایمان کا اور غیروں پر اتمام حجت کا سامان پیدا کیا ہے واقعات عالم ہماری آنکھوں کے سامنے تھے احادیث نبوی کو بھی دن رات لوگ پڑھتے تھے اور ان کے بڑے بڑے عالم موجود تھے مگر اس پردہ کو کہ ان تمام واقعات کا نقشہ احادیث نبوی میں موجود ہے اٹھانیوالا ہاتھ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا تھا نہ وہ لوگ اسے اٹھا سکے جو واقعات عالم سے بڑے باخبر تھے اور نہ وہ اٹھا سکے جو احادیث نبوی کے عالم اور حافظ تھے۔ان کے اٹھانے کے لئے وہ نور بکار تھا جو آسمان سے آتا ہے۔احادیث دجّال و یاجوج و ماجوج جن کا اوپر ذکر ہوا اور جن سے رسول اللہ صلعم کی زبردست قوت کشفی کا ثبوت ملتا ہے ان پیشگوئیوں کا صرف ایک حصہ ہے جن کے پورا ہونے پر احمدیت نے روشنی ڈالی ہے۔قرآن کریم اور احادیث نبویؐ میں اور بھی بہت سی پیشگوئیاں ہیں جن کا ظہور آج ہو رہا ہے اور جن کی طرف احمدیت نے توجہ دلائی ہے۔مثلاً یورپ کی جنگ عظیم کا ذکر احادیث نبوی میں صاف الفاظ میں اَلْمَلْحَمَةُ الْكُبْرٰى یا اَلْمَلْحَمَةُ الْعُظْمٰى کے نام سے موجود ہے (مشکوٰۃ۔باب الملاحم) جس کے معنے ہی جنگ عظیم ہیں اور اسی نام سے یورپ کی بڑی جنگ جو ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۹ء تک رہی مشہور ہے پھر حدیث میں یہ بھی ذکر ہے کہ اس زمانہ میں عیسائی اقوام کی تعداد سب لوگوں سے زیادہ ہوگی۔تقوم الساعة والروم اکثر الناس (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۲۳۰) اور یہ بھی ذکر ہے کہ مسلمانوں پر سب سے زیادہ سختی عیسائی اقوام کی طرف سے ہوگی اشد الناس علیکم الروم (مسند احمد جلد ۴ ۲۳۰۴) الروم سے مراد احادیث میں عیسائی اقوام ہی ہیں۔مسلمانوں کے کمزور ہو جانے کا۔یہاں تک کہ دوسری قومیں انہیں کھا جانے کے لئے دوڑتی ہوئی نظر آئیں گی۔الامم ان تداعی علیکم کماتداعی الا کلة الی قصعتها (ترمذی، ابن ماجہ) ان کے باہم تفرقہ رہنے اور ایک دوسرے پر لعنت اور تکفیر کا۔ان کے اندر سے علم قرآن کے اٹھ جانے اور ظاہر پرستی کے رہ جانے کا۔ان کے یہود و نصاریٰ کے اتباع کا، ان کی ذلت کا، یہ سب ذکر احادیث میں موجود ہے ایمان کے اٹھ جانے کا، علم دین نہ رہنے کا، مذہب سے شغف رکھنے والوں کی کمی کا ذکر بھی کثرت سے احادیث میں ہے۔اور جس لامذہبی پر آج ساری مادی دنیا کو فخر ہے اس کا نقشہ بھی احادیث نبوی میں تیرہ سو سال پیشتر سے کھینچا ہوا موجود ہے اس کے بالمقابل روپے اور چاندی سونے کی بہتات کا ذکر احادیث میں موجود ہے اور یہ کہ زمین اپنے خزانے نکال دے گی ایسا ہی خود قرآن کریم میں ذکر موجود ہے کہ اونٹنیاں بیکار ہو جائیں گی یعنی سواری کے لئے ان کی ضرورت نہ رہے گی کیونکہ اس سے زیادہ آرام دہ اور زیادہ تیز رفتار سواریاں نکل آئیں گی۔واذا العشار عطلت (التکویر۔۴) اور حدیث میں بھی لیترکن القلاص فلا یسعی علیھا۔اور وحشی قومیں مہذب ہو جائیں گی۔واذا الوحوش حشرت (التکویر ۶) لوگوں کا باہم میل جول بڑھ جائے گا۔واذا النفوس زوجت (التکویر۔۷) اخبار، رسالے کاغذ بکثرت پھیل جائیں گے۔واذا الصحف نشرت (التکویر۔۱۰) یہ اور اس قسم کی اور بیشمار پیشگوئیاں کم و بیش ہر زمانے کے متعلق مگر بالخصوص اس زمانہ کے متعلق ہیں جس میں ہم موجود ہیں اور ان تمام واقعات کا جو اس زمانے کو اس سے پہلے زمانے سے متمیز کرتے ہیں ایسا تفصیلی نقشہ کشوف نبوی میں موجود ہے جسے دیکھ کر عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے اور آنحضرت صلعم کی صداقت پر ایک نیا ایمان دل میں پیدا ہوتا ہے ان جملہ امور کی طرف مسلمانوں کو متوجہ کر کے احمدیت نے گویا صداقت اسلام کا ایک نیا دروازہ کھول دیا ہے۔

احمدیت آنحضرت صلعم کی رویا اور کشوف کی واحد تعبیر ہے: جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام پر ہی نہیں کل دنیا پر آنے والے واقعات کا نظارہ تیرہ سو سال پیشتر دکھایا گیا۔اور آپؐ نے ان تمام واقعات کو احادیث میں بیان فرمادیا۔اسی طرح مسیح موعود کا ظہور یا احمدیت کا وجود بھی انہیں آنے والے واقعات کی ایک کڑی ہے جس طرح وہ سب باتیں آنحضرت صلعم کی صداقت پر گواہ کا کام دیتی ہیں۔احمدیؒ بھی آنحضرتؐ کی صداقت پر ایک گواہ کا کام دیتی ہے یہ سب واقعات جن کا ذکر اوپر ہوا مسیح موعود کے ظہور سے وابستہ تھے اور مسیح موعود کا ظہور ان سے وابستہ تھا جس طرح یہ ناممکن تھا کہ مسیح موعود آجاتا اور باقی واقعات ظہور میں نہ آئے ہوتے اسی طرح یہ ناممکن ہے کہ وہ سب واقعات تو ظہور پذیر ہو جائیں اور مسیح موعود نہ آئے۔بروئے کشوف نبویؐ یہ دونوں باتیں لازم و ملزوم ہیں۔ہاں اگر ایک دو چار واقعات ان میں سے ظاہر ہوئے ہوتے اور کثیر حصہ کے متعلق ابھی حالت انتظار ہوتی تو پھر بے شک مسیح موعود کے ظہور کو بھی

حالت انتظار میں رکھا جاسکتا تھا۔ مگر یہ تمام کے تمام واقعات تو ظاہر ہو جائیں اور ان سب کے لئے جو امر بمنز لہ روح کے ہے یعنی مسیح موعود کا ظہور کیوں کہ بروئے صراحت احادیث اس کے ظہور سے دین اسلام کا غلبہ دوسرے ادیان پر وابستہ ہے اور اسلام کی ان تمام مشکلات کا وہ ایک ہی علاج ہے وہ معرض وقوع میں نہ آئے اسے عقل انسانی تسلیم نہیں کر سکتی۔ اگر یاجوج ماجوج اپنی پوری قوت کے ساتھ ساری دنیا پر مسلط ہو چکے ہیں۔ ساری دنیا کی دولت اور طاقت ان کے قبضہ میں آچکی ہے۔ اگر دجال مخلوق خدا کو گمراہی کے گڑھے میں دھڑادھڑ گرارہا ہے، اگر مسلمانوں میں سے علم قرآن اٹھ چکا ہے، اگر وہ باہم جھگڑوں اور فروعی اختلافات میں پڑ کر ایک دوسرے کی تکفیر اور ایک دوسرے پر لعنت کر رہے ہیں۔ اگر ان کے علماء، لفظ پرستی میں پڑ کر حقیقت سے غافل ہو رہے ہیں، اگر ایمان ثریا پر اٹھ چکا ہے اگر مصائب کا پورا ہجوم اسلام پر ہو چکا ہے تو کیا یہ خدائے حکیم کا کام ہو سکتا ہے کہ مصائب تو سب کے سب آجائیں اور جو کچھ ان مصائب کا علاج بتایا تھا اسکو وہ روک رکھے؟ یہ ناممکن ہے۔ بلکہ اگر ذرہ بھی غور کی نگاہ سے دیکھا جائے تو مسیح موعود کا ظہور ان جملہ امور سے زیادہ صاف اور واضح ہے کیوں کہ اس بات کو بتانے والا کہ یہ واقعات جو آج دنیا میں ہماری آنکھوں کے سامنے رونما ہو رہے ہیں آنحضرت صلعم کے کشوف کی تعبیر ہیں اور آپؐ کی پیشگوئیوں کو پورا کرنے والے ہیں خود مسیح موعود ہی ہے۔ ان تمام واقعات پر باوجود کہ یہ ہماری آنکھوں کے سامنے تھے۔ اور ہم ان کو دیکھ رہے تھے۔ ان تمام احادیث پر جن میں ان واقعات کا ذکر برنگ پیشگوئی تھا حالانکہ ہم دن رات ان کو پڑھ رہے تھے ایک تاریکی کا پردہ پڑا ہوا تھا۔ نہ دنیا کے دور بینوں کی نگاہیں وہاں تک پہنچ سکیں نہ علماء کی نظر نے کچھ کام دیا۔ نہ سجادہ نشینوں کی روحانی بصیرت اس پردہ کے اندر جاسکی۔ سب باتوں کو چھوڑ کر کیا ایک یہی دلیل حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود ثابت نہیں کرتی کہ آپ کی نگاہ تیز کے سامنے سب پردے پھٹ گئے ساری تاریکیاں پاش پاش ہو گئیں اور آفتاب نصف النہار کی طرح رسول اللہ صلعم کی صداقت روشن ہو گئی۔ اگر حضرت مرزا صاحب نہ آئے ہوتے تو یہ تمام باتیں اب بھی اسی طرح تاریکی کے پردے میں ہوتیں پس اگر حقیقت کو دیکھا جائے تو باوجود اس کے کہ سینکڑوں واقعات رسول اللہ صلعم کے کشوف اور رویا کو پورا کرنے والے ہیں ان سب کی واحد تعبیر احمدیت ہے۔

☆☆☆

جلسہ یوم وصال مسیح موعودؑ جموّں

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا جموّں کی جانب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یوم وصال کے موقعہ پر مسجد احمدیہ مقام پیر مٹھا میں جلسہ کا اہتمام کیا گیا۔ احباب جماعت کے علاوہ غیر احمدی حضرات اور اہل ہنود کو بھی دعوت نامے تقسیم کئے گئے تھے۔

احباب جماعت صبح دس بجے سے مسجد میں پہنچنا شروع ہو چکے تھے ان میں مستورات اور بچے بھی کثیر تعداد میں تھے جلسہ کا آغاز صبح ساڑھے گیارہ بجے مکرمی جناب بشارت سلیم صاحب کی تلاوت قرآن کریم سے ہوا محترم جناب عبدالشکور صاحب نے اس دعائیہ روحانی اجتماع کی صدارت فرمائی برادر مکرم عبدالحفیظ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نہایت دلکش انداز میں تعارف کرایا اس موقعہ پر برادر اشتیاق صاحب، ظفیر اللہ صاحب اور طارق صاحب نے کلام مسیح موعود نہایت ہی خوش الحانی کے ساتھ پڑھ کر حاضرین پر رقت طاری کی۔ خالد جبار، مشتاق احمد، عاجز غیور اور ثاقب صاحب نے مسیح موعود اور صداقت اسلام کے حوالے سے اپنے اپنے مقالے پڑھ کر سامعین کے علم میں اضافہ کیا۔ اس موقعہ پر مستورات نے بھی بہترین پیرائے میں حضرت مسیح موعود کے تئیں اپنا اپنا خراج عقیدت پیش کیا جن میں ہلال صاحبہ، راحیلہ جبار، سائمہ شکور، صبیحہ رسول، منیرہ طارق اور غوثیہ مسلم کا نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں اطفال میں سے رضوان اور گوہر سلیم نے سورہ فاتحہ اور ہمارے عقائد کے موضوع پر اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ جلسہ تقریباً شام کے چار بجے اختتام پذیر ہوا اس موقعہ پر مقامی جماعت کی مستورات نے حاضرین مجلس کی تواضع کا بہترین اہتمام کیا تھا۔

بشارت سلیم (جنرل سیکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا)

☆☆☆

اطلاع

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا (رجسٹرڈ) کے ممبران بورڈ کی پانچویں سہ ماہی میٹنگ مورخہ ۹۔۱۰ ار ستمبر ۲۰۰۰ کو ہونا قرار پائی ہے لہذا تمام ممبران بورڈ تاریخ میٹنگ کا خصوصی دھیان رکھیں۔

فقط جنرل سیکریٹری

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال اور لاہوری جماعت احمدیہ

(ادارہ)

علامہ اقبال اپنے زمانے کے اسلامی مفکر اور شاعر تھے ۱۹۰۸ء سے لیکر ۱۹۴۱ء کو اقبال کو احمدیت کا قریب سے مشاہدہ اور مطالعہ کرنے کا موقع ملا اور بانی سلسلہ احمدیہ کے افکار سے گہرا اثر لیا علامہ اقبال کی شاعری میں احمدیت کے اثرات کی واضح نشان دہی ہوتی ہے اقبال کے والد شیخ نور محمد نے حضرت مرزا صاحب سے ۱۸۹۱ء میں بیعت کی تھی اقبال اور انکے بھائی عطا محمد احمدیہ جماعت کے رکن سمجھے جاتے تھے اقبال کے بھتیجے آخر تک احمدی رہے مخالفین احمدیت ہمیشہ اس بارے میں کوشاں رہے کہ علامہ اقبال کی زندگی کے اس حصہ کو پردہ اخفا میں رکھیں اور ان محرکات و عوامل کو فراموشی کا لبادہ پہنائیں جس میں علامہ اقبال نے احمدیت کو قریب سے مشاہدہ کیا اس میں شک نہیں کہ وہ ۱۹۳۵ سے اپنی وفات تک جماعتِ قادیان کے مخالف ہوگئے تھے لیکن جماعت احمدیہ لاہور کے بارے میں ان کا نقطہ نظر مختلف تھا جیسا کہ علامہ اقبال حافظ محمد حسن چیمہ کے بھائی چودھری محمد احسن کے نام ۱۷ اپریل ۱۹۳۲ء کو ایک خط میں رقمطراز ہیں:۔

"مصر و ایران و ترکی و ہند کے مسلمانوں کی تاریخ جب کوئی لکھے گا تو پہلے عبدالوہاب نجدی اور جمال الدین افغانی کا ذکر کرنا ہوگا موخر الذکر ہی اصل میں موسس ہے زمانہ حال کے مسلمانوں کی نشاۃ الثانیہ کا۔ باقی رہی تحریک احمدیت میرے نزدیک لاہور کی جماعت میں بہت سے ایسے افراد ہیں جن کو میں غیرت مند مسلمان سمجھتا ہوں اور ان کی اشاعت اسلام کی مساعی میں ان کا ہمدرد ہوں۔ کسی جماعت میں شریک ہونا یا نہ ہونا انسان کی ذاتی اختیار اور طبیعت پر بہت کچھ انحصار رکھتا ہے۔ تحریک میں شامل ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ آپ کو خود کرنا چاہیئے۔ اسلام کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے کئی طریقے ہیں جن طریقوں پر اس وقت تک عمل ہوا ہے ان کے علاوہ اور طریقے بھی ہوسکتے ہیں۔ میرے عقیدہ ناقص میں جو طریق مرزا صاحب نے اختیار کیا ہے وہ زمانہ حال کے طبائع کے لئے موزوں نہیں، ہاں اشاعت اسلام کا جوش جو ان کی جماعت کے اکثر افراد میں پایا جاتا ہے قابل قدر ہے۔" (بحوالہ کتاب مسئلہ وحدۃالوجود وار اقبال مصنفہ ڈاکٹر الف دال نسیم شائع کردہ بزم اقبال کلب روڈ لاہور)

چوہدری محمد حسن چیمہ گجرات کے نامور وکیل، دانشور اور جماعت احمدیہ (لاہور گروپ) گجرات کے امیر تھے۔ علامہ سے رسم وراہ تھی۔

حافظ صاحب بہت ذہین، حاضر جواب، بذلہ سنج اور وسیع المطالعہ شخص تھے۔ حافظ قرآن تھے۔ یادداشت بلا کی تھی۔ آیات قرآنی اور احادیث کا حوالہ فوراً دیتے۔ طبیعت باغ و بہار قسم کی تھی جہاں بیٹھتے محفل زعفران زار بن جاتی۔ اردو، پنجابی اور فارسی پر عبور تھا۔ عربی بھی جانتے تھے۔ طویل عرصہ تک "نوائے وقت" میں "خیالات پریشاں" کے عنوان سے کالم لکھتے رہے۔

لاہوری جماعت کے نہایت سرگرم رکن اور مبلغ تھے۔ تبلیغی دوروں پر بیرون ملک بھی جاتے رہے۔ ان کی بیگم زینب حسن ("عین جی") سماجی خدمت میں پیش پیش رہتی تھی۔ گجرات میں خواتین کی فلاح و بہبود کے لئے انہوں نے بہت کام کیا۔

چیمہ صاحب نے ۱۹۷۱ء کے قریب وفات پائی اور قبرستان بھٹیاں (گجرات) میں دفن ہوئے۔

مارچ ۱۹۳۲ء میں حافظ محمد حسن کے چھوٹے بھائی محمد احسن نے علامہ کو ایک خط لکھا۔ جواب میں علامہ نے لکھا۔

"میں آپ کے بھائی صاحب سے بخوبی واقف ہوں۔ وہ نہایت نیک نفس آدمی ہیں۔" (اقبال نامہ حصہ دوم ص ۲۳۰)

حافظ محمد حسن کی علامہ سے پہلی ملاقات ۱۹۱۹ء کے آس پاس اس وقت ہوئی جب وہ لاہور میں زیر تعلیم تھے۔ اس کے بعد جب حافظ صاحب نے گجرات میں پریکٹس شروع کی تو جلد ہی ان کا شمار نامور وکلاء میں ہونے لگا۔ ۱۹۲۸ء، ۱۹۲۹ء کے لگ بھگ راجہ حسن اختر (۱۹۰۱۔۱۹۶۴ء) جو علامہ کے قریبی احباب میں سے تھے بطور مجسٹریٹ گجرات تعینات ہوئے۔ جلد ہی راجہ صاحب اور حافظ صاحب میں دوستانہ مراسم استوار ہوگئے اور انہی کی وساطت سے حافظ صاحب علامہ سے دوسری اور باقاعدہ ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد بھی کبھی کبھار ملاقاتیں ہوتی رہیں۔

آل انڈیا کشمیر کمیٹی سے استعفیٰ دینے کے بعد مئی ۱۹۳۵ء میں علامہ نے Qadianis and orthdox Muslims یعنی قادیانی جماعت اور عامتہ المسلمین۔ کے عنوان سے ایک مفصل بیان دیا جو تمام اخبارات نے شائع کیا۔ قادیانیت سے متعلق ان کا یہ بیان بہت اہم تھا۔ چند روز بعد انہوں نے ایک اور بیان کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا۔ پھر جنوری ۱۹۳۶ء میں "اسلام اور احمدیت" کے عنوان سے ایک طویل مضمون لکھا۔ اسی طرح علامہ کے دوستوں نے بھی قادیانیت کے خلاف بھر پور مضامین رقم کئے۔ انہی حملوں کے جواب میں حافظ محمد حسن چیمہ نے قادیانیت کے حق میں چند مضامین لکھ کر ہفت روزہ "لائٹ" میں چھپوائے علامہ کی خدمت میں بھی یہ مضامین ارسال کئے گئے۔ چنانچہ علامہ نے راجہ حسن اختر کی معرفت حافظ محمد حسن کو بلایا اور انہیں بتایا کہ ان (علامہ) کے نقطہ نظر کا اطلاق لاہوری گروپ پر نہیں ہوتا (جس سے حافظ صاحب تعلق رکھتے تھے) بلکہ دوسرے گروپ پر ہوتا ہے۔ اس کے بعد کوئی ملاقات ہوئی یا نہیں، کچھ کہنا مشکل ہے۔

(اقبال اور گجرات از ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ۔ پبلیکیشنز۔ گجرات صفحات ۲۶۲، ۲۶۳)

ختم نبوت اور علامہ اقبالؒ

۱۹۳۵ء میں علامہ اقبالؒ نے تحریک احمدیت کے خلاف ایک بیان دیا۔ جسے مخالفین آج بھی علامہؒ کی حتمی رائے کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ بعد میں موصوف نے اس کے اکثر و بیشتر اہم حصوں سے رجوع کر لیا تھا۔ آخر علامہ اقبالؒ نے عجلت پر مبنی یہ بیان دیا ہی کیوں؟ اس ضمن میں علامہ نیاز فتحپوریؒ فرماتے ہیں۔

"علامہ اقبالؒ کی جس تحریر کا آپ نے حوالہ دیا ہے وہ ۱۹۳۳ء کے بعد کی ہے۔ جب احرار کی شورش سے مرعوب ہو کر اپنی جان چھڑانے کیلئے وہ اس بیان کے دینے پر مجبور ہو گئے۔ ورنہ اس سے قبل وہ احمدیت کے بڑے مداح تھے۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب کی وفات کے دو سال بعد علی گڑھ کے اسٹریچی ہال میں انہوں نے جو تقریر کی تھی۔ اس کا ایک فقرہ یہ بھی تھا کہ " پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے۔ جسے فرقہ احمدیہ کہتے ہیں۔"

(نگار لکھنؤ، ستمبر ۱۹۶۱ء)

جب علامہ اقبالؒ کا مخالفانہ بیان شائع ہوا تھا تو اسی دوران امیر جماعت احمدیہ لاہور، حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ نے علامہ کو مخاطب کر کے لکھا تھا:۔

"میں سر محمد اقبالؒ کو اس واقعہ کا حوالہ دوں گا جو انہوں نے تھوڑا عرصہ ہوا مجھ سے بیان کیا۔ جب میں اکتوبر ۱۹۳۴ء میں ان کی عیادت کے لئے گیا۔ آپ نے فرمایا کہ بانی سلسلہ تحریک احمدیت سیالکوٹ میں تھے۔ میاں فضل حسین صاحب ان دنوں سیالکوٹ میں وکالت کرتے تھے۔ ایک دن میاں صاحب جناب مرزا صاحب کی ملاقات کے لئے جا رہے تھے جب میں نے ان سے معلوم کیا کہ وہ مرزا صاحب کی طرف جا رہے ہیں۔ تو میں بھی ساتھ چل پڑا۔ بانی تحریک احمدیت سے گفتگو کے دوران میں میاں سر فضل حسین صاحب نے سوال کیا۔ کہ آپ ان لوگوں کو جو آپ پر ایمان نہیں لاتے کافر سمجھتے ہیں؟ تو مرزا صاحب فی الفور بول اٹھے ہرگز نہیں۔"

(بحوالہ اقبال اور احمدیت صفحہ ۱۸)

"مولانا سید نذیر نیازی صاحب سے میری گفتگو ہوئی۔ دوران گفتگو میں انہوں نے فرمایا کہ انہوں نے علامہ اقبالؒ سے بھی میرے حوالے کا ذکر کیا تھا۔ جس پر علامہ موصوف نے فرمایا۔ کہ بے شک انہوں نے مرزا صاحب سے اسی طرح سنا کہ وہ اپنے نہ ماننے والوں کو کافر نہیں سمجھتے تھے۔ وہ ہزاروں کے مجمع میں یہ شہادت دینے کو تیار ہیں۔ اس کے علاوہ علامہ نے فرمایا کہ انہوں نے جو بیان اخبارات میں شائع فرمایا وہ موجودہ قادیانی کشمکش کے سلسلے میں تھا۔ جو قادیانی جماعت اور عامتہ المسلمین میں جاری ہے۔ جماعت لاہور کی طرف اسکا روئے سخن نہیں تھا اور نہ ہی مرزا صاحب کے معتقدات پر تبصرہ منظور تھا۔ اس سے قبل ہمارے معزز دوست راجہ حسن اختر صاحب نے بھی مجھ سے فرمایا کہ علامہ اقبالؒ سے انہوں نے گفتگو کی اور علامہ فرمانے لگے۔ کہ ان کے بیان کا جماعت لاہور سے کوئی تعلق نہیں۔ اور نہ ہی مرزا صاحب کی شخصیت سے اور ان کے سامنے وہ احمدیت تھی جسکا نقشہ آجکل قادیانیت کی شکل میں دنیا میں پیش ہو رہا ہے۔

(بیان حضرت مولانا محمد یعقوب خان صاحب ایڈیٹر "لائٹ" پیغام صلح، لاہور، ۱۹/ نومبر ۱۹۳۵ء واضح رہے کہ مولانا یعقوب خان صاحب مرحوم کے اس مطبوعہ بیان کے بعد بھی علامہ اقبال ۱۹۳۸ء تک زندہ رہے مولانا سید نیازی اور راجہ حسن اختر اور بھی کافی عرصہ بقید حیات رہے لیکن ان تینوں بزرگوں میں سے کسی کو اس بیان کی تردید یا تکذیب کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔)

اسقدر کھلے اور واضح تاریخی شواہد کے باوجود، علامہ اقبال کو جماعت احمدیہ لاہور یا بانی سلسلہ احمدیہ کا مخالف گردانتا حق و انصاف کا خون نہیں تو اور کیا ہے؟

(بشکریہ ماہنامہ پیغام صلح یو۔ایس۔اے)

فرائض اسلام میں نماز کا نظام

حضرت مولانا محمد علی لاہوری (مرحوم)

قسط نمبر۔۲

خلاصہ کلام نماز انسان کو اپنے اندر صرف خدا کو محسوس کرنے کے قابل ہی نہیں بناتی۔ صرف اخلاق الٰہیہ کے سر چشمہ سے ہی اسکو سیر اب نہیں کرتی صرف اس کے قلب کا تزکیہ ہی نہیں کرتی اور اس کے قوائے باطنیہ کو ترقی کے رستہ پر ہی نہیں ڈالتی بلکہ اس سے بھی آگے قدم اٹھاتی ہے اور تمام امتیازات کو مٹا کر محبت اور یگانگت اور نفس انسانی میں اتفاق و اتحاد کی طرح ڈالتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ آخری مقصد ایک باقاعدہ منظم صورت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ تاکہ سب لوگ مقررہ اوقات پر مساجد میں حاضر ہوں بڑے ادب و احترام سے کھڑے ہو جائیں اور سب ایک ہو کر اپنے خالق کے سامنے جھکیں اور اس کے حضور اپنا سر خاک پر رکھ دیں لیکن اس کے علاوہ یہ اشد ضروری تھا کہ نماز کے اوقات اور اس کی ادائیگی کا ایک خاص طریق مقرر کر کے اسکو ایک مستقل صورت دی جائے اصل بات یہ ہے کہ تقرب الی اللہ یا خدا کو اپنے اندر محسوس کرنے کا تخیل جو انسان کے روحانی ترفع کے لئے اسقدر ضروری ہے زندہ نہیں رکھا جا سکتا تھا جب تک کوئی ایسی بیرونی شکل نہ ہوتی جس پر سب لوگ کاربند ہونے کی کوشش کرتے اس ضمن میں تین امور قابل غور ہیں۔ سب سے پہلا یہ کہ کوئی خیال زندہ نہیں رہ سکتا جب تک اس کو زندہ رکھنے کا کوئی نظام قائم نہ کیا جائے۔ دوسرا یہ کہ ہر ایک قوم کے اکثر افراد میں خواہ وہ قوم تعلیم یافتہ ہی ہو کسی سچائی کے ماننے کا شعور صرف کسی ظاہری ہیئت سے ہی پیدا ہو سکتا ہے۔ یہ ظاہری ہیئت انہیں حقیقت نفس الامری کی طرف توجہ دلاتی ہے۔ پھر تیسرا امر یہ ہے کہ ظاہری ہیئت کے بغیر یکسانیت اور یک رنگی نہیں پیدا ہو سکتی۔ اور کوئی فرقہ یا کوئی قوم یکسانیت اور یک رنگی کے بغیر ترقی نہیں کر سکتی۔ کیونکہ جو مقصد مدنظر ہے وہ خاص خاص افراد کا ہی نہیں بلکہ ساری قوم کا روحانی ارتفاع ہے۔ یہ امر واقع ہے کہ مسلمانوں کو بحیثیت قوم خدا پر جو زندہ ایمان حاصل ہے وہ کسی دوسرے مذہب کے ماننے والوں کو ہرگز حاصل نہیں۔ یہی زندہ ایمان تھا جو مسلمانوں کی ابتدائی فتوحات کا باعث ہوا جن کے سامنے دنیا کی بڑی بڑی سلطنتیں خس و خاشاک کی طرح اڑ گئیں۔ یہی وہ زندہ ایمان تھا جس نے صلیبی جنگوں کے دوران یورپین طاقتوں کے زبردست حملوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کو بنیان مرصوص کی طرح کھڑا کئے رکھا۔ اور یہی وہ ایمان ہے جو اس زمانہ میں بھی مسلمانوں کو عیسائیوں کے ساتھ روحانی جنگ جاری رکھنے کے قابل بنائے ہوئے ہے۔ باوصفیکہ تمام مادّی طاقتیں مثلاً دولت حکومت اور تنظیم عیسائی مذہب کی لونڈیاں بنی ہوئی ہیں۔

اسلامی نماز جو مسلمان قوم کی روح کو خدا کی روح سے ملائے رکھتی ہے بلا شبہ ایک ایسی اساس ہے جس پر ایمان باللہ کا قصر عظیم استادہ ہے نماز تعلق باللہ کو مسلمانوں کے قومی کیریکٹر کا قابل قدر جزو بناتی ہے اور اس بناء پر نماز کی قدر قیمت کا اندازہ لگانا احاطہ امکان سے باہر ہے۔

مگر اس جگہ اس امر کا ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ نماز میں ایسی شدید قیود روا نہیں رکھی گئیں جیسی عام طور پر خیال کی جاتی ہیں۔ یہ درست ہے کہ تمام مسلمانوں کے لئے واجب ہے کہ وہ مساجد میں خاص اوقات پر جمع ہوں۔ اور امام کی اسی طرح اقتدا کریں جس طرح ایک فوج ایک کمانڈر کا حکم مانتی ہے۔ اور اس غرض کے لئے کہ نماز انسان کو خدا کا قرب حاصل کرنے اور انسانوں میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کے دوگونہ مقاصد سرانجام دے سکے اس قسم کا نظام اور یکسانیت ضروری ہے۔ لیکن ہر ایک نماز دو حصوں میں منقسم ہے ایک وہ جو باجماعت ادا کی جاتی ہے اور دوسری وہ جو اکیلے پڑھی جاتی ہے۔ نماز باجماعت میں بھی ایک شخص کے لئے گنجائش ہے کہ وہ اپنے خالق کے سامنے اپنی دلی تمناؤں اور اپنے دلی جذبات کا اظہار کرے۔ لیکن جو نماز اکیلے ادا کی جاتی ہے۔ اس میں ایک شخص کو صرف یہی اختیار نہیں دیا گیا کہ وہ نماز میں قرآن مجید کے جو حصے چاہے پڑھے بلکہ اسے یہ بھی اختیار ہے کہ وہ ہر چہار حالتوں یعنی قیام رکوع، سجود، اور قعدہ میں جس زبان میں چاہے دعائیں مانگے اور اپنے دلی جذبات خدا کے سامنے رکھے۔

اوقات نماز:

اسلام میں سبت نہیں ہے۔ یہودی اور عیسائی مذہب کی طرح اسلام میں عبادت کے لئے صرف ایک دن مخصوص نہیں کیا گیا۔ ایک دن نماز کا جس

میں دنیا کا اور کوئی کام نہ ہو اور چھ دن کام کے جن میں نماز کا نام نہ ہو مسلمانوں کا طریق زندگی نہیں ہے۔ اسلام میں نماز کو انسان کے روزانہ کاروبار کا ایک ضروری حصہ قرار دیا گیا ہے۔ صبح طلوع آفتاب سے پہلے نماز جبکہ انسان اپنے بستر سے اٹھتا ہے۔ پھر دوپہر سے ذرا بعد نماز۔ پھر سہ پہر کے وقت نماز پھر غروب آفتاب کے وقت نماز اور پھر سونے سے پہلے نماز۔ اس طرح سے نماز ہی ایک مسلمان کا روزانہ سب سے پہلا اور یہی اس کا سب سے آخری کام ہے۔ اور ان دونوں اوقات کے درمیان کام کے وقتوں میں یا تفریح کے وقت میں دوسری نمازیں ہیں۔ اس طرح سے اسلام یہ چاہتا ہے کہ تمام متفاوت حالات میں جن میں سے انسان کو گزرنا پڑتا ہے۔ اس کی روح اور خدا کی روح میں ایک رابطہ قائم رہے۔ اس حالت میں بھی جبکہ انسان اپنے کام میں از سر تاپا منہمک ہو اسے تھوڑے وقفہ کے لئے دنیوی مشاغل ترک کر کے نماز کی طرف رجوع کرنے کے قابل ہونا چاہیئے۔ اس نظام سے جو مقصد پیش نظر ہے وہ بالبداہت یہ ہے کہ انسان ہر حالت میں خدا کے حاضر و ناظر ہونے کو محسوس کرے حتیٰ کہ جب وہ کام میں ہمہ تن مصروف ہو اس وقت بھی خدا اس کے دل کے قریب ہو۔

طریق نماز:

اسلامی طریق عبادت کا مقصد ایک امر پر توجہ مرتکز کرنا ہے اور وہ ہے خدا کی موجودگی کا احساس۔ نماز سے پہلے وضو کیا جاتا ہے۔ پھر حالت قیام میں نہایت مؤدبانہ انداز میں کھڑے ہونا۔ حالت رکوع میں گھٹنوں پر جھکنا۔ اور حالت سجدہ میں اپنا سر فرش زمین پر رکھدینا اور حالت قعدہ میں نہایت ادب و احترام کے ساتھ بیٹھ جانا۔ یہ تمام حالتیں خدا تعالیٰ کی موجودگی محسوس کرنے میں مدد و معاون ہوتی ہیں۔ اور عبادت گذار صرف اپنی زبان سے ہی نہیں بلکہ اپنے جسم کے مؤدبانہ انداز سے خالق اکبر کی تسبیح و تحمید اور تعظیم و تکریم کرتے ہوئے اپنے دل کی خوشی محسوس کرتا ہے۔

اس میں ذرا شک نہیں کہ نماز کی تعظیمی ہیئتوں سے انسان کے اندر خشوع و خضوع اور عجز و انکسار کی روح پیدا ہوتی ہے۔ متانت اور سنجیدگی لوازم نماز ہیں۔ حالت نماز میں نماز گذار کسی اور طرف اپنی توجہ مبذول نہیں کرتا اور نہ کسی ایسی حرکت کا مرتکب ہوتا ہے جو اس کی توجہ کو ادھر ادھر پھیر دے۔ یا اس کے انہماک فی العبادت میں خلل انداز ہو۔ اس طرح سے نماز عبادت الٰہیہ میں استغراق کا نام ہے۔ جس میں کسی غیر چیز کی مداخلت نہ ہو اور یہی وجہ ہے کہ اسلام میں نماز کے ساتھ گانا بجانا روا نہیں۔ اس کی بجائے قرآن حکیم کی آیات کی تلاوت رکھی گئی ہے جن میں خدا تعالیٰ کے رحم و کرم اس کی عظمت و شان اور اس کے علم و حکمت کا ذکر ہوتا ہے نماز میں جس چیز کو رسمی یا رواجی سمجھا جاتا ہے (یعنی اس کی ظاہری ہیئت کو) وہ درحقیقت خاص خاص تعظیمی صورتیں اختیار کر کے خدائے بزرگ و برتر کی موجودگی۔ اسکی عظمت اور اسکی شان اور اسکی محبت کے محسوس کرنے کا طریق ہے۔ اور یہ بالکل واضح ہے کہ اسلامی طریق عبادت ان تمام تعظیمی صورتوں پر مشتمل ہے۔ جو ممکن طور پر اختیار کی جاسکتی ہیں یعنی قیام۔ رکوع۔ سجود اور قعدہ کی صورتیں۔ بعض مسلمانوں میں اگرچہ ان کی تعداد بہت کم ہے۔ یہ تحریک کہ نماز کی مختلف ہیئتیں زمانہ کے حالات کے مطابق اصلاح طلب ہیں تاکہ ممالک مغرب کے جدید طریق زندگی کے لئے موزوں ہو سکیں۔ نماز کی اصل قدر و قیمت کا غلط اندازہ لگانے کا نتیجہ ہے۔ مثلاً اس رائے کا اظہار کیا جاتا ہے کہ نماز کی حالت میں فرش پر کھڑا ہونے یا بیٹھنے کی بجائے کرسیوں پر بیٹھنے کی اجازت ہونی چاہیئے اور سامنے میزیں ہونی چاہئیں۔ اور رکوع اور سجود کی بجائے سر کو تھوڑا سا جھکا لینا ہی کافی سمجھا جائے۔ اب جیسا کہ میں پہلے بیان کر آیا ہوں نماز کے مقاصد میں سے ایک بڑا مقصد مجلسی اور نسلی تفریقات کا مٹانا ہے اگر حضرت نبی کریم صلعم کی تجویز کردہ ہیئت نماز کے علاوہ کسی اور ہیئت کو اختیار کیا گیا تو یاد رکھنا چاہیئے کہ اختلافات کی خلیج اس قدر وسیع ہو جائے گی جس کی کوئی حد و نہایت نہیں ہو سکتی۔ اگر نماز کی یکسانیت یا یک رنگی کو تباہ کر دیا جائے تو اس کی نصف سے زیادہ افادیت مفقود ہو جاتی ہے۔ فرض کیجئے ایک مسجد ہے جس میں بعض لوگ تو کرسیوں پر متمکن ہیں۔ اور دوسرے زمین پر کھڑے ہیں بعض تو خدا کے سامنے رکوع و سجود میں ہیں اور بعض ذرا سر جھکا لیتے ہیں تو اس طرح سے نماز کا بڑا مقصد جو اونچ نیچ کے امتیازات مٹانے اور نسل انسانی میں اتحاد پیدا کرنے کا ہے ملیا میٹ ہو جائیگا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ مغرب میں مسجدیں گرجوں کے فیشن کی بنائی جائیں تو اسلام کی عالمگیر اخوت کا دنیا سے جنازہ نکل جائے گا اور جب یہ اہل مغرب مشرق میں آئیں گے تو وہ اپنے مشرقی بھائیوں کی نماز باجماعت میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔ اور اسلام مغرب کو مشرق سے ملانے اور تمام نبی نوع انسان کی مشترک برادری قائم کرنے کے مہتم بالشان مقصد میں ناکام ہو جائیگا۔

قطع نظر یکسانیت کے وہ ہیئت نماز جس کی تعلیم خود بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے دی انسان کے دل میں ایک حقیقی انکسار کی روح پیدا کرتی ہے۔ اور انکسار کی یہ روح ہر اس شخص کے لئے جو خدا کی روح کا طالب صادق ہے اشد ضروری ہے۔ اگر نماز کی غرض یہ ہے کہ انسان اپنے اندر خدا کو محسوس کرے اور اس کائنات کی عظیم الشان روح سے اس کا رابطہ ہو تو اس غرض کے حصول

کی بہترین سبیل یہی ہے کہ نماز میں اس مودّبانہ طریقہ کو اختیار کیا جائے جو ہادی برحق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے۔

اس سے انکار نہیں کیا سکتا کہ جسم کی ایک خاص ہیئت تکبّر و غرور کے جذبات پیدا کر دیتی ہے اور ایک دوسری ہیئت عجز و انکسار کے۔ اور یہ صرف مؤخر الذکر قلبی کیفیت ہی ہے جو انسان کو خدا کے قرب میں لے جاتی ہے۔ اس لئے اگر عجز وانکساری نماز کی اصل روح ہے۔ تو قیام و قعود۔ رکوع و سجود بھی انسان کے اندر اس روح کو پیدا کرنے کے لئے ضروری ہیں۔ اور اگر اس میں کوئی ردوبدل کیا گیا تو یہ بدترین نتائج پر منتج ہوگا۔ اور یہ اس مقصد کے حصول کو ہی ناکام بنادے گا جو نماز کے پیش نظر ہے۔

☆☆☆

"ہماری مسلمہ دینی کتب"

از قلم بانی سلسلہ احمدیہ

"ہماری کتب مسلمہ جن پر ہم عقیدہ رکھتے ہیں اور جن کو ہم معتبر سمجھتے ہیں بہ تفصیل ذیل ہیں۔

اول:۔ قرآن شریف مگر یاد رہے کہ کسی قرآنی آیت کے معنے ہمارے نزدیک وہی معتبر اور صحیح ہیں جس پر قرآن کے دوسرے مقامات بھی شہادت دیتے ہوں، کیونکہ قرآن کی بعض آیات بعض کی تفسیر ہیں اور نیز قرآن کے کامل اور یقینی معنوں کے لئے اگر وہ یقینی مرتبہ قرآن کے دوسرے مقامات سے میسر نہ آسکے۔ یہ بھی شرط ہے کہ کوئی حدیث صحیح مرفوع متصل بھی اس کی مفسر ہو۔ غرض ہمارے مذہب میں تفسیر بالرائے ہرگز جائز نہیں۔ پس ہر ایک معترض پر لازم ہوگا کہ کسی اعتراض کے وقت اس طریق سے باہر نہ جائے۔

دوم:۔ دوسری کتابیں جو ہماری مسلم کتابیں ہیں ان میں سے اول درجہ پر صحیح بخاری ہے اور اس کی وہ تمام احادیث ہمارے نزدیک حجت ہیں جو قرآن شریف سے مخالف نہیں اور ان میں سے دوسری کتاب صحیح مسلم ہے اور اس کو ہم اس شرط سے مانتے ہیں کہ قرآن اور صحیح بخاری سے مخالف نہ ہو۔ اور تیسرے درجہ پر صحیح ترمذی، ابن ماجہ، مؤطا، نسائی، ابوداؤد، دار قطنی کتب حدیث ہیں۔ جن کی حدیثوں کو ہم اس شرط سے مانتے ہیں کہ قرآن اور صحیحین سے مخالف نہ ہوں۔ یہ کتابیں ہمارے دین کی کتابیں ہیں اور یہ شرائط ہیں جن کی رو سے ہمارا عمل ہے۔ (مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۱۵۸)

☆☆☆

حضرت صاحب کا ایڈیٹر الحکم کے نام خط لفظ نبی کے استعمال کے متعلق

حضرت مسیح موعود ایڈیٹر الحکم کے نام اپنے خط میں فرماتے ہیں:

"ایسے ہی بہت سے الہام ہیں جن میں اس عاجز کی نسبت نبی یا رسول کا لفظ آیا ہے لیکن وہ شخص غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوت اور رسالت سے مراد حقیقی نبوت اور رسالت ہے جس سے انسان خود صاحب شریعت کہلاتا ہے بلکہ رسول کے لفظ سے اس قدر مراد ہے کہ خداتعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا اور نبی کے لفظ سے صرف اسی قدر مراد ہے کہ خداتعالیٰ سے علم پاکر پیشگوئی کرنے والا یا معارف پوشیدہ بتانے والا۔ سو چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں

اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہئیے کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہوگئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین اس آیت کا انکار کرنا یا استخفاف کی نظر سے دیکھنا درحقیقت اسلام سے علیحدہ ہونا ہے ہم محض دین اسلام کے خادم بن کر دنیا میں آئے ہیں۔ اور دنیا میں بھیجے گئے ہیں نہ اس لئے کہ اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین بنادیں۔۔۔۔ ہم خادم دین اسلام ہیں اور یہی ہمارے ظہور کی علت غائی ہے اور نبی اور رسول کے لفظ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں۔"

(الحکم نمبر ۲۹ جلد نمبر ۳، ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

☆☆☆

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا کی چوتھی سہ ماہی میٹنگ کا انعقاد

۱۰۔۱۱ جون ۲۰۰۰ء کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا کی چوتھی سہ ماہی میٹنگ برائے ممبران بورڈ کا انعقاد ہوا۔ اس میں بیرون ہندوستان سے جناب شوکت اے علی صاحب ڈائریکٹر جنوبی مشرقی ایشیاء کے علاوہ پاکستان کی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور (صدر دفتر) کے جنرل سیکریٹری پروفیسر چودھری عزیز احمد صاحب اور مبلغ احمدیت جناب چودھری عبدالحمید خطیب جامع مسجد دارالسلام لاہور نے بحیثیت آبزرور شرکت فرمائی میٹنگ کے اختتام کے بعد انجمن کے نئے دفتر میں الگ الگ موقعوں پر اجتماعات منعقد ہوئے جسمیں بہار، بنگال، یوپی، مہاراشٹر وغیرہ سے آئے ہوئے کافی احمدی حضرات نے شرکت فرمائی۔ پروفیسر موصوف اور خطیب موصوف نے احباب جماعت کو تحریک احمدیت کی اہمیت، احمدی بزرگ شخصیتوں اور ان کے کارناموں سے روشناس کرایا۔ اور احمدیت کے تعلق سے بعض شکوک کا ازالہ فرمایا مولانا چودھری عبدالحمید صاحب نے نمازوں کے بعد اکثر درس قرآن بھی دیا اور جمعہ کے خطبات کے علاوہ نماز جمعہ پڑھائیں اس سے احباب جماعت میں کافی گرمجوشی اور ایمانی تازگی محسوس کی گئی۔

مولوی ثناءاللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری کا چار دفعہ مباہلہ سے فرار

بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کی وفات پر مولانا ثناء اللہ امرتسری ایڈیٹر اخبار اہل حدیث امرتسر کو لب کشائی کا موقعہ ملا اور اسے اپنی فتح سے تعبیر کیا۔ (ادارہ)

مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری حضرت مسیح موعود کو دعویٰ مجددیت سے بھی پہلے سے جانتے تھے۔ اور حضور سے ان کو بڑی عقیدت تھی۔ لیکن جب آپ خدا کی طرف سے مامور ہوئے تو مخالفت پر اتر آئے۔ حضرت صاحب نے ان کو اتمام حجت کے بعد پہلے پہل "انجام آتھم" میں دوسرے مولویوں کے ساتھ مباہلہ کے لئے بلایا۔ پھر دوسری دفعہ "اعجاز احمدی" میں ۱۹۰۲ء میں بلایا۔ "اور وہ یہ دُعا کریں کہ جو شخص ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہی مر جائے۔ اور مباہلہ کی ضروری شرط یہ رکھی" اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب صادق کے پہلے مر جائے تو ضرور وہ پہلے مریں گے۔" پھر تیسری مرتبہ دسمبر ۱۹۰۵ء کو مولوی ثناءاللہ صاحب کو مباہلہ کی دعوت دی گئی..... اور مولوی صاحب اس کو بھی ٹال گئے۔ آخر ۱۷/ مارچ ۱۹۰۷ء کے پرچہ الحکم میں یہ الفاظ لکھے گئے "...... اور ثناءاللہ نے کوئی نشان صداقت بطور خارق عادت اگر نہیں دیکھا تو وہ بھی قسم کھا کر پرکھ لے۔ تا معلوم ہو کہ خدا تعالیٰ کس کی حمایت کرتا اور کس کی قسم کو سچا کرتا ہے" لیکن مولوی ثناءاللہ صاحب مختلف حیلوں سے پہلو کتراتے رہے۔ کھلے طور پر آمادہ بھی نہیں ہوتے تھے۔ آخر حضرت مسیح موعود نے ۱۵/ اپریل ۱۹۰۷ء کو دعائے۔ باہلہ شائع کردی۔ اشتہار کا عنوان تھا "مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ" اور مولوی ثناءاللہ صاحب کو دعوت دے دی کہ اس دعا کو اپنے اخبار میں چھاپ کر آپ بھی اپنی طرف سے بالمقابل دعا چھاپ دیں۔ پھر فیصلہ خدا کرے گا۔

(جسے مختصراً بیان کیا جارہاہے) اب آپ غور سے سنیں کہ مولوی ثناءاللہ صاحب حضرت مسیح موعود کے مقابلہ میں کیا لکھتے ہیں اور کس طرح راہِ فرار اختیار کرتے ہیں۔ مولوی ثناءاللہ صاحب اخبار اہلحدیث ۱۹/ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۴ پر لکھتے ہیں:

"میں نے آپ کو مباہلہ کے لئے نہیں بلایا، میں نے تو قسم کھانے پر آمادگی ظاہر کی ہے، مگر آپ اس کو مباہلہ کہتے ہیں حالانکہ مباہلہ اس کو کہتے ہیں کہ فریقین مقابلہ پر قسمیں کھائیں۔ میں نے حلف اٹھانا کیا ہے، مباہلہ نہیں کیا۔ قسم اور ہے اور مباہلہ اور ہے۔" اور حضرت مسیح موعود کے اشتہار ۱۵/ اپریل ۱۹۰۷ء کو اپنے اخبار اہل حدیث ۲۶/ اپریل ۱۹۰۷ء میں شائع کیا اور نیچے لکھا "اوّل اس دعا کی منظوری مجھ سے نہیں لی اور بغیر میری منظوری کے اس کو شائع کردیا" "تمہاری یہ تحریر کسی صورت میں بھی فیصلہ کن نہیں ہوسکتی۔" "میرا مقابلہ تو آپ سے ہے۔ اگر میں مر گیا تو میرے مرنے سے اور لوگوں پر کیا حجت ہوسکتی ہے" "خدا کے رسول چونکہ رحیم کریم ہوتے ہیں اور ان کی ہر وقت یہی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی شخص ہلاکت میں نہ پڑے مگر اب کیوں آپ میری ہلاکت کی دعا کرتے ہیں"" خدا تعالیٰ جھوٹے، دغاباز، مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمر دیا کرتا ہے تاکہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کرلیں"

نوٹ: یہ آخری عبارت نائب ایڈیٹر کی طرف سے لکھی گئی ہے مگر مولوی ثناءاللہ نے اس کی تصدیق کی اور لکھا کہ "میں اس کو صحیح جانتا ہوں" (اہل حدیث ۳۱/ جولائی ۱۹۰۷ء)

مختصر یہ کہ .... یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اسے منظور کرسکتا ہے"

(اقتباسات از اہل حدیث ۲۶/ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۵،۶)

مولوی ثناءاللہ صاحب لکھتے ہیں "آنحضرت صلعم باوجود سچا نبی ہونے کے مسیلمہ کذاب سے پہلے انتقال فرماگئے تھے اور مسیلمہ باوجود کاذب ہونے کے صادق سے پیچھے مرا۔" (مرقع قادیان اگست ۱۹۰۷ء ص ۹)

مولوی ثناءاللہ صاحب کیا کہتے ہیں:

"کوئی ایسی نشانی دکھاؤ جو ہم بھی دیکھ کر عبرت حاصل کریں۔ مر گئے تو کیا دیکھیں گے اور کیا ہدایت پائیںگے۔

(اخبارِ وطن امرتسر ۲۶/ اپریل ۱۹۰۷ء ص ۱۱) بالآخر چوتھی دفعہ بھی مولوی ثناءاللہ صاحب نے راہِ فرار اختیار کی اور مباہلہ کے لئے میدان میں نہ آئے

واضح رہے کہ مولوی ثناءاللہ صاحب کا انتقال تقسیم ہند کے بعد ۱۹۴۸ء میں پنجاب (پاکستان) میں ہوا۔

(ماخوذ از "تحریک احمدیت بجواب قادیانیت" شائع کردہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور شاخ لندن)

☆☆☆

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ علماء اسلام کی نظر میں

(ادارہ)

قسط نمبر۔۲

جناب سید ممتاز علی صاحب (مالک و منیجر اخبار "تہذیب النسوان")

"**یہودیوں** نے توریت پر طالمود، مدارس، مشنی وغیرہ کا اضافہ کیا تھا تو خدا تعالیٰ نے اس قوم کی درستی کے لئے مسیح کو بھیجا۔ شاید اسی سنت الٰہی کا خیال کر کے مرحوم و مغفور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اس زمانہ کے مسلمانوں کو یہودیت توڑنے کے لئے مسیحیت اختیار کی"۔

اخبار پایونیر (اخبار تہذیب النسوان 12 نومبر 1938ء)

"اگر پچھلے زمانے کے اسرائیلی نبیوں میں سے کوئی نبی عالم بالا سے واپس آکر دنیا میں اس وقت تبلیغ کرے تو وہ بیسویں صدی کے حالات میں اس سے زیادہ بحث موزوں معلوم ہو گا جیسے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی معلوم ہوتے تھے، جن کی وفات حال ہی میں اپنے وطن پنجاب میں واقع ہوئی ہے........ مرزا غلام احمد صاحب کو اپنے متعلق کبھی کوئی شک نہیں ہوا۔ اور وہ کامل صداقت اور خلوص سے اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ ان پر الہام الٰہی نازل ہوتا ہے اور کہ ان کو خارق عادت طاقت بخشی گئی ہے۔ مگر وہ مسیح سے سات یا آٹھ صدیاں پہلے پیدا ہونے کی بجائے انیسویں صدی عیسوی میں پیدا ہوئے اور اپنے گردوپیش کے حالات کے مطابق ہی انہوں نے اپنا کام بھی شروع کیا یعنی بجائے اس کے کہ وہ جنگلوں میں چلے جاتے جیسا کہ گزشتہ انبیاء کے قصوں میں موجود ہے اور کسی شجرۂ یقطین کے نیچے یا کسی غار میں اپنا مقام بناتے۔ انہوں نے اخباروں کے ذریعہ اپنا کام شروع کیا اور مروجہ مباحثات میں حصہ لیا۔ اور گورنمنٹ انگریزی کی نیک رعیت اور وفادار حامی رہے۔ مگر بعض اوقات ان کی فطرت کا دوسرا پہلو غالب آجاتا تھا جیسا کہ اس موقعہ پر ہوا جب انہوں نے حریت زدہ بشپ ویلڈن کو چیلنج دیا تھا اور اس مقابلہ کا نتیجہ یہ قرار دیا کہ یہ فیصلہ ہو جائے کہ سچا مذہب کون سا ہے۔ اور مرزا صاحب اس وقت یہاں تک تیار تھے کہ حالات موجودہ کے مطابق پادری صاحب جس طرح چاہیں اس امر میں اپنا پورا اطمینان کر لیں کہ نشان کے دکھانے میں کوئی دھوکہ فریب استعمال نہیں کیا گیا..... وہ لوگ جنہوں نے مذہب کے رنگ میں دنیا میں ایک حرکت پیدا کی ہے۔ وہ اپنی طبیعت میں آج کل کے کنٹربری واقعہ انگلستان کے لاٹ پادری کی نسبت مرزا غلام احمد صاحب سے زیادہ مشابہ ہوا کئے ہیں۔ اگر ارنسٹ رینان مشہور فرانسیسی مورخ گزشتہ بیس سال کے اندر ہندوستان میں ہوتا تو وہ یقیناً مرزا غلام احمد صاحب کے پاس جاتا اور ان کے حالات کا مطالعہ کرتا۔ اور جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ انبیاء بنی اسرائیل کے عجیب و غریب حالات پر ایک نئی روشنی پڑتی۔ مگر ہمارے محدود اور تنگ حالات ایسے مقابلہ کرنے سے مانع ہیں کیونکہ ہمارا مذہبی لٹریچر تنگ دائرہ کے اندر محدود ہے....."

عبدالمجید سالک صاحب

"جس زمانے میں مولانا ابوالکلام آزاد بھی بے ریش و بروت انسان تھے اور نوعمری کے باوجود علم و فضل اور لسانی اور طراری کے اعتبار سے اپنے ہمسروں اور ہمعصروں سے کوسوں آگے تھے۔ بمبئی میں آغا حشر ابوالنصر اور نظر علی خان کے ساتھ عیسائیوں اور آریوں سے مناظرے کیا کرتے تھے اور اپنے اہتمام سے ایک ماہانہ رسالہ "ابلاغ" بھی نکالتے تھے، مناظروں کے سلسلے میں انہیں مرزا غلام احمد قادیانی کی بعض کتابیں پڑھنے کا اتفاق ہوا جن میں عیسائیوں اور آریوں کے مقابلے میں اسلام کی حمایت کی گئی تھی۔ یاروں کا مجمع تو فیصلہ کر ہی چکا تھا کہ پنجاب جائیں اور مرزا صاحب سے ملیں۔ بہر حال مولانا ابوالکلام آزاد، مرزا صاحب کے دعویٰ مسیحیت موعود سے تو کوئی سروکار نہ رکھتے تھے لیکن ان کی غیرت اسلامی اور حمیت دینی، کے قدر دان ضرور تھے یہی وجہ ہے کہ جن دنوں مولانا امرتسر کے اخبار "وکیل" کی ادارت پر مامور تھے اور مرزا صاحب کا انتقال انہیں دنوں ہوا تو مولانا نے مرزا صاحب کی خدمات اسلامی پر ایک شاندار شذرہ لکھا، امرتسر سے لاہور آئے اور وہاں سے مرزا صاحب کے جنازے کے ساتھ بٹالہ تک گئے۔"

(یاران کہن 41-42 مصنفہ عبدالمجید سالک)

مولوی سراج الدین صاحب والد ماجد مولوی ظفر علیخان صاحب

"مرزا غلام احمد صاحب 1860ء یا 1861ء کے قریب ضلع سیالکوٹ میں محرر تھے۔ اس وقت آپ کی عمر 22,23 سال کی ہو گی اور ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح متقی بزرگ تھے۔ کاروبار ملازمت کے بعد ان کا تمام وقت مطالعہ دینیات میں صرف ہوتا تھا۔

عوام سے کم ملتے تھے۔ 1877ء میں ہمیں ایک شب قادیان میں آپ کے یہاں مہمانی کی عزت حاصل ہوئی ان دنوں میں بھی آپ عبادت اور وظائف میں اس قدر محو و مستغرق تھے کہ مہمانوں سے بہت کم گفتگو کرتے تھے۔ ہم بار بار کہہ چکے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ آپ کے دعاوی خواہ دماغی استغراق کا نتیجہ ہو، مگر آپ بناوٹ اور افتراء سے بری تھے۔ مسیح موعود یا کرشن کا اوتار ہونے کے دعاوی جو آپ نے کئے ان کو ہم ایسا ہی خیال کرتے ہیں، جیسا کہ منصور کا دعویٰ اناالحق تھا۔ مولوی نورالدین صاحب اور مولوی محمد احسن صاحب جیسے عالم و فاضل بزرگ اور خواجہ کمال الدین صاحب بی اے اور مولوی محمد علی صاحب ایم اے جیسے نئی روشنی کے تعلیم یافتہ اصحاب ان کے مریدان باصفا کے حلقے میں ہیں۔ گو ہمیں ذاتی طور پر مرزا صاحب کے دعاوی والہامات کے قائل اور معتقد ہونے کی عزت حاصل نہ ہوئی مگر ہم ان کو ایک پکا مسلمان سمجھتے تھے" (اخبار زمیندار۔8جون1908ء)

مولوی سیّد وحیدالدین صاحب (مدیر علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ)

"مرحوم ایک مانے ہوئے مصنف اور مرزائی فرقہ کے بانی تھے۔ 1874ء سے 1876ء تک شمشیر قلم عیسائیوں، آریوں، اور براہمو صاحبان کے خلاف خوب چلایا۔ آپ نے 1880ء میں تصنیف کا کام شروع کیا۔ آپ کی پہلی کتاب اسلام کے ڈیفنس میں تھی جس کے جواب کے لئے آپ نے دس ہزار روپیہ نقد انعام رکھا تھا' آپ نے اپنی تصنیف کردہ اتنی کتابیں پیچھے چھوڑی ہیں جن میں سے بیس عربی میں ہیں، بے شک مرحوم اسلام کا ایک بڑا پہلوان تھا۔ (علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ، جون1908ء)

شمس العلماء مولانا ممتاز علی صاحب

"مرزا صاحب مرحوم نہایت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے اور نیکی کی ایسی قوت رکھتے تھے جو سخت سے سخت دلوں کو تسخیر کر لیتی تھی' وہ نہایت باخبر عالم' بلند ہمت' مصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھے ہم انہیں منصباً تو مسیح موعود نہیں مانتے مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی ہدایت و راہنمائی مردہ روحوں کے لئے واقع مسیحائی کا کام کرتی تھی۔"

مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی (ایڈیٹر اشاعت السنہ)

"مؤلف رسالہ براہین احمدیہ" کے حالات و خیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں' ہمارے معاصرین میں سے ایسے کم نکلیں گے۔ مؤلف صاحب ہمارے ہم وطن ہیں، بلکہ اوائل عمر کے ہمارے ہم مکتب ہیں۔ اس زمانے سے آج تک ہم میں اور ان میں خط و کتابت و ملاقات و مراسلات برابر جاری ہے۔ اسی لئے ہمارا یہ کہنا کہ ان کے حالات و خیالات سے بہت واقف ہیں، مبالغہ قرار نہ دیئے جانے کے لائق ہے۔

یہ کتاب (براہین احمدیہ) اس زمانہ میں موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی آئندہ کی خبر نہیں' اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر مسلمانوں میں بہت کم پائی جاتی ہے ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم از کم ایک ایسی کتاب بتا دے جس میں جملہ فرقہائے مخالفین اسلام خصوصاً آریہ و برہمو سماج سے اس زور و شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشاندہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی و لسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑا اٹھالیا ہو اور مخالفین اسلام اور منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو کہ جس کو وجود الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آکر اس کا تجربہ و مشاہدہ کر لے اور اس تجربہ و مشاہدہ کا اقوام غیر کو مزہ بھی چکھا دیا ہو۔"

شمس العلماء مولانا سید میر حسن صاحب (استاد علامہ ڈاکٹر محمد اقبال صاحب)

"افسوس ہم نے ان کی قدر نہ کی۔ میں ان کے کمالات روحانی کو بیان نہیں کر سکتا۔ ان کی زندگی معمولی انسانوں کی زندگی نہ تھی بلکہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جو خدا تعالیٰ کے خاص بندے ہوتے ہیں اور دنیا میں کبھی کبھی آتے ہیں۔" (الحکم۔17اپریل1934ء)

"جن دنوں حضرت مرزا صاحب سیالکوٹ میں قیام پزیر تھے مولانا صاحب موصوف کو بھی حضرت مرزا صاحب سے اکثر ملاقات کا موقع ملتا تھا۔ مولوی صاحب نے اسی زمانہ میں آپ کو بڑے قریب سے مطالعہ کیا اور دیکھا وہ سرسید کی تحریک کے دلدادہ تھے مگر ان کے دل میں مرزا صاحب کی بزرگی تقدس اور تقویٰ کا غیر معمولی اثر تھا اور وہ آپ کی بے حد عزت کرتے تھے۔" (ذکر اقبال ص278)

مولانا شبلی صاحب

"مرزا صاحب کو اس وقت کیوں امام نہیں مان لیا جاتا؟ جس پر مولانا شبلی صاحب نے فرمایا کہ مرزا صاحب کو امام مان لینے سے تو کوئی حرج نہیں بلکہ نہایت مستحسن امر ہے' لیکن مجھے زبردستی بیعت لینے نہ کہو۔ لیکن ہاں لوگ کہتے ہیں کہ وہ نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جو کسی طرح صحیح نہیں' جس پر میں نے کہا مرزا صاحب کا ایک شعر سناتا ہوں اس سے آپ نتیجہ نکال لینا کہ ان کا دعویٰ کیا ہے اور لوگوں کا کہنا کیا ہے۔

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب
ہاں ملہم ہستم و زخداوند منذرم

مولانا نے فرمایا کہ اس طرح تو ان کا دعویٰ ٹھیک ہے اور ان کے ماننے میں کوئی حرج نہیں۔ (الحکم 10مارچ1906ء)

اخبار المنیر (پاکستان)

''مرزا صاحب کے بالمقابل جن لوگوں نے کام کیا ان میں سے اکثر تقویٰ تعلق باللہ دیانت' خلوص علم واثر کے اعتبار سے پہاڑوں جیسی شخصیتیں رکھتے تھے۔ سید نذیرحسین صاحب دہلوی' مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی، مولانا قاضی سلیمان منصور پوری، مولانا محمدحسین صاحب بٹالوی، مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی' مولانا ثناء اللہ امرتسری اور دوسرے اکابر رحمہ اللہ وغفر لھم کے بارے میں ہمارا حسن ظن بھی یہی ہے کہ یہ بزرگ قادیانیت کی مخالفت میں مخلص تھے۔ اور ان کا اثر ورسوخ بھی اتنا زیادہ تھا کہ مسلمانوں میں بہت کم ایسے اشخاص ہوتے ہیں جو ان کے ہم پایہ ہوئے ہوں۔ اگرچہ یہ الفاظ سننے اور پڑھنے والوں کے لئے تکلیف دہ ہوں گے اور قادیانی اخبارات ورسائل بھی چند دنوں اپنی تائید میں پیش کرکے خوش ہوتے رہیں گے۔ لیکن ہم اس کے باوجود اس تلخ نوائی پر مجبور ہیں کہ ان اکابر (نور اللہ قدھم و مضاجھم) کی تمام کاوشوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا ہے۔'' (23فروری1956ء)

خان بہادر شیخ محمد عبداللہ صاحب بی اے'ایل ایل بی (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ ایم ایل اے'علی گڑھ (یوپی)

''مذہبی پہلو کو نظر انداز کرکے ان دونوں (مرزا غلام احمد صاحب' حکیم نورالدین صاحب) بزرگوں کو صرف انسانی پہلو کو سامنے رکھ کر اگر کوئی ان کی نسبت رائے قائم کرے تو وہ ان کو بزرگان بنی نوع انسان کی صف اول میں جگہ دینے پر مجبور ہوگا کسی مذہبی اختلاف کی وجہ سے ان کی انسانی اوصاف پر مٹی ڈال دینا انصاف اور انسانیت کے قطعاً خلاف ہے۔ (تاریخ اقوام پونچھ ص683)

مدیر اخبار میونسپل گزٹ لاہور

''مرزا صاحب علم وفضل کے لحاظ سے خاص شہرت رکھتے تھے تحریر میں بھی روانی تھی، بہر حال ہمیں ان کی موت سے بحیثیت اس بات کے کہ وہ ایک مسلمان عالم تھے نہایت رنج ہوا۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ ایک عالم دنیا سے اٹھ گیا''۔ (اخبار میونسپل گزٹ لاہور1908ء)

مدیر ''البشیر'' اٹاوہ

''اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ حضرت اقدس اس زمانے کے نامور مشاہیر میں سے تھے۔ اس ترقی علوم وفنون کے زمانہ میں درحقیقت یہ امر کچھ حیرت انگیز نہیں ہے کہ ان کے کئی لاکھ راسخ العقیدہ مرید ایسے تھے جو ان کے ہر ایک حکم کو ہر ایک پیشگوئی کو وحی خیال کرکے اور بلاچون وچرا اس کو تسلیم کرتے تھے' ان مریدوں میں عوام الناس اور جہلا پڑھے لکھے غریب و امیر' عالم وفاضل اور نئے تعلیم یافتہ غرض کہ ہر درجہ ہر حیثیت کے مسلمان موجود ہیں جو درجہ حضرت اقدس مرزا صاحب کو اپنے مریدوں میں حاصل تھا' اور جو اثر کہ حضرت اقدس کا اپنے مریدوں کی جماعت پر تھا۔ اس میں کچھ کلام نہیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں نہ یہ اثر کسی مولوی اور نہ عالم و فاضل کو اپنے مریدوں' معتقدوں پر تھا اور نہ کسی صوفی اور ولی اللہ کا اپنے مریدوں پر تھا اور نہ کسی لیڈر اور نہ کسی ریفارمر کا اپنے مقلدین پر چوں کہ وہ مسلمان کی ایک جماعت کثیر کے پیشوا اور امام برحق تھے لہٰذا تہذیب مجبور کرتی ہے کہ ہم ان کی عزت کریں اور انکے انتقال پر افسوس ظاہر کریں''۔ (البشر 2جون1908ء)

رسالہ منادی دہلی

''مرزا غلام احمد صاحب اپنے وقت کے بہت بڑے فاضل بزرگ تھے ہم آپ کے بتجر علمی اور فضیلت وکمال کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے''
(منادی دہلی27/4مارچ فروری1930ء)

مولانا عبداللہ العمادی صاحب (مدیر اخبار ''وکیل'' امرتسر)

''اگرچہ مرزا صاحب نے علوم مروجہ اور دینیات کی باقاعدہ تعلیم نہیں پائی۔ مگر ان کی زندگی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک خاص فطرت لے کر پیدا ہوئے تھے جو ہر کس وناکس کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے اپنے مطالعہ اور فطرت سلیمہ کی مدد سے مذہبی لٹریچر پر کافی عبور حاصل کیا اور 1877ء کے قریب جب کہ ان کی عمر 36-35 سال کی تھی ہم ان کو غیر معمولی مذہبی جوش میں سرشار پاتے ہیں۔ وہ ایک سچے' پاکباز مسلمان کی طرح زندگی بسر کرتا ہے' اس کا دل دینوی کششوں سے غیر متاثر ہے وہ خلوت میں انجمن اور انجمن میں خلوت کا لطف اٹھانے کی کوشش میں مصروف ہے۔ ہم اسے بے چین پاتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی کھوئی ہوئی چیز کی تلاش میں ہے جس کا پتہ فانی دنیا میں نہیں ملتا۔ اسلام اپنے گہرے رنگ کے ساتھ اس پر چھایا ہوا ہے کبھی وہ آریوں سے مباحثے کرتا ہے، کبھی حمایت اور حقیقت اسلام میں وہ بسیط کتابیں لکھتا ہے۔ 1886ء میں بمقام ہوشیار پور میں مباحثات انہوں نے کئے ان کا لطف اب تک دلوں سے محو نہیں ہوا' غیر مذاہب کی تردید میں اور اسلام کی حمایت میں جو نادر کتابیں انہوں نے تصنیف

کی ہیں ان کے مطالعہ سے جو وجد پیدا ہوا وہ اب تک نہیں اترا ہے۔ان کی کتاب "براہین احمدیہ" نے غیر مسلمانوں کو مرعوب کر دیا اور اسلامیوں کے دل بڑھا دیئے اور مذاہب کی پیاری تصویر کو ان آلائشوں اور گرد وغبار سے صاف کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا جو مجاہیل کی توہم پرستیوں اور فطری کمزوریوں نے چڑھا دیئے تھے۔ غرضیکہ اس تصنیف نے کم از کم ہندوستان کی حد میں دنیا میں ایک گونج پیدا کر دی جس میں صدائے بازگشت ہمارے کانوں میں اب تک آرہی ہے گو بعض بزرگان اسلام اب براہین احمدیہ کے برا ہونے کا فیصلہ دے دیں۔ محض اس وجہ سے کہ اس میں مرزا صاحب نے بہت سی پیشینگوئیاں کی تھیں اور بطور حفظ ماتقدم اپنی دعاؤں کے مطابق بہت کچھ مصالحہ فراہم کر لیا تھا۔ لیکن اس کے بہتر فیصلہ کا وقت 1880ء تھا' جب کہ وہ کتاب شائع ہوئی مگر اس وقت مسلمان بالاتفاق مرزا صاحب کے حق میں فیصلہ دے چکے تھے۔

کیریکٹر کے لحاظ سے مرزا صاحب کے دامن پر سیاہی کا چھوٹا سا دھبہ بھی نظر نہیں آتا وہ ایک پاکباز جینا جیا اور اس نے ایک متقی کی زندگی بسر کی غرضیکہ مرزا صاحب کی ابتدائی زندگی کے پچاس سالوں نے بلحاظ اخلاق و عادات اور پسندیدہ اطوار اور کیا بلحاظ خدمات وحمایت دین و مسلمانان ہند میں ان کو ممتاز' برگزیدہ اور قابل رشک مرتبہ پر پہنچا دیا ہے"۔

(اخبار وکیل' امرتسر 30 مئی 1908ء)

مولانا احمد اللہ صاحب استاد مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب

"جب علماء اسلام نے مرزا صاحب پر کفر کا فتویٰ دیا تھا اس وقت مولوی ثناء اللہ صاحب کے استاد مولوی احمد اللہ صاحب نے اس کی مخالفت کی تھی اور مرزا صاحب کو نہ صرف مسلمان بلکہ اسلام کی خدمت کرنے والا قرار دیا تھا اس کے نتیجہ یہ ہوا کہ جماعت کے بہترین افراد مرزائی ہو گئے"۔

(الفقیہہ 12/28 فروری 1926ء)

چودھری افضل حق صاحب صدر جمیعت احرار

"آریہ سماج کے معرض وجود میں آنے سے پیشتر اسلام جسد بے جان تھا جس میں تبلیغی حس مفقود ہو چکی تھی' سوامی دیانند کی مذہب اسلام کے متعلق بد ظنی نے مسلمانوں کو تھوڑی دیر کے لئے چوکنا کر دیا مگر حسب معمول جلد ہی خواب گراں طاری ہو گئی۔ مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں تو کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہو سکی ہاں ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اٹھا' ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشرو اشاعت کے لئے بڑھا۔ اگرچہ مرزا غلام احمد صاحب کا دامن فرقہ بندی سے پاک نہ ہوا۔ تاہم اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے قابل تقلید ہے۔ بلکہ دنیا کی تمام جماعتوں کے لئے نمونہ ہے"۔ (فتنہ ارتداد اور پولیٹیکل قلابازیاں ص 46)

مولانا عبد الماجد دریابادی

"تقریر مولانا نے بیان کی ہے وہ مدلل اور کافی وزن دار ہے اور اس کی روشنی میں انہیں حق پہنچتا ہے کہ وہ ان نتائج پر قائم رہیں جو انہوں نے نکالے ہیں' لیکن ساتھ ہی ملزم کی طرف سے جو صفائی پیش کی جاتی ہے وہ بھی ناقابل غور واعتنا نہیں۔ کفر جو اصلاً ترجمہ ہے اللہ ورسول سے بغاوت وسرکشی کا' اس کے شواہد شاید مرزا صاحب کی تحریروں سے نہ مل سکیں' بلکہ اس کے برعکس نصرف دین اور حمایت اسلام ہی کے جذبات کی افراط ملے گی"۔

(صدق جدید 10 اگست 1951ء)

"اپنے کو قادیانی دعوؤں میں اب تک جو بات سب سے زیادہ کھٹکتی رہی ہے' وہ یہی کہ وہ کسی عنوان سے بھی سہی' بہر حال یہ دعویٰ نبوت ایک امتی کی زبان سے نکلا کیوں کر لیکن حال ہی میں اتفاق سے اس کی ایک نظیر مولانائے روم کے کلام میں مل گئی اور وہ بھی ان کے غیر مستند کلیات میں نہیں بلکہ مشہور ومعروف اور مستند مثنوی ہی میں مرید اور پیر کے فضائل ومراتب کے سلسلہ میں ارشاد ہوا ہے ۔

چوں بداوی دست خود در دست پیر
پیر حکمت کو علیم است و خبیر'
او نبی وقت خویش است اے مرید
زانکہ زو نور نبی آید پدید

(دفتر پنجم بہ عنوان دربیان آنکہ ماسوی اللہ تعالیٰ ہر چیزے آکل وماکول است)

"یہاں صاف ارشاد ہو رہا ہے کہ شیخ کامل نبی وقت ہوتا ہے اس لئے کہ اس کے انوار' نور نبوت ہی کا پرتو ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے علماء و فضلاء عارفین مثنوی کی شرح لکھتے چلے آئے کسی نے اس طرز بیان پر نکیر نہ کی بلکہ خود رومی کے صاحب زادے سلطان ولد سے یہ شرح بھی نقل ہوئی ہے۔

مبالغہ است در تشبیہ ولی نبی وراثر ارشاد والا در ہیچ وقت بعد از حضرت محمدیؐ نبوت محقق نیست (حاشیہ نمبر 13 ص 67 جلد 5 مثنوی مطبوعہ نامی پریس کانپور) ظاہر ہے کہ خلاف احتیاط اسے بھی کہا جائے گا' لیکن یہ بھی ہے کہ اس بے احتیاطی کی مثال سے اکابر کا کلام بھی خالی نہیں۔

(صدق جدید 18 اگست 1952ء)

بسم الله الرحمن الرحیم

قادیانی جماعت کا حضرت بانی سلسلہ احمدیت کے معتقدات سے انحراف

حضرت مرزا غلام قادیانیؒ کے ارشادات — تقابل — جماعت قادیان (جماعت ربوہ) کے معتقدات

ا۔مسئلہ نبوت

حضرت مرزا غلام قادیانیؒ کے ارشادات

● **بعد خاتم النبیین رسول کا آنا جائز نہیں**

قرآن کریم بعد خاتم النبیین رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا ہو یا پرانا (ازالہ اوہام صفحہ ۷۶۱)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونیکا قائل اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس اُمت کے لئے کوئی نبی نہیں آئیگا نیا ہو یا پرانا۔" (نشانِ آسمانی صفحہ ۲۸)

● **جبرئیل وحی نبوّت لیکر نہیں آسکتا**

رسول کو علم دین بتوسط جبرئیل ملتا ہے اور نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آوے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۷۶۱)

● **رسول مطاع ہوتا ہے مطیع نہیں ہوتا**

"صاحب نبوّت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امّتی ہو جانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی رو سے ممنوع ہے۔ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے۔ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ ۔ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ دوسرے کا مطیع اور تابع ہو۔" (ازالہ اوہام ۵۶۹)

● **نبی کامل شریعت لاتا ہے**

"اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امّت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خداتعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔"

(مکتوب حضرت مسیح موعود مندرجہ الحکم ۷/اگست ۱۸۹۰ء)

● **آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا**

قرآن شریف میں آنحضرت صلعم کا نام خاتم النبیّین رکھ کر اور حدیث میں خود آنحضرتؐ نے لانبی بعدی فرما کر اس امر کا فیصلہ کر دیا تھا کہ کوئی نبی نبوت کے حقیقی معنوں کے رُو سے آنحضرت صلعم کے بعد نہیں آسکتا۔"

(حاشیہ کتاب البرّیہ صفحہ ۱۸۴)

جماعت قادیان (جماعت ربوہ) کے معتقدات

● **آنحضرت صلعم کے بعد بعثت انبیاء کو مسدود قرار دینے والا لعنتی اور مردود ہے**

آنحضرت صلعم کے بعد بعثت انبیاء بالکل مسدود قرار دینے کا مطلب ہے کہ آنحضرت صلعم نے دنیا کا فیض نبوّت روک دیا اور آپ کی بعثت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس انعام کو بند کر دیا۔ جو شخص ایسا خیال کرتا ہے وہ لعنتی اور مردود ہے۔"

(حقیقۃ النبوّت صفحہ ۸۶)

● **جبرئیل مجدّد اور محدّث پر بھی وحی لا سکتا ہے**

سوال تحقیقاتی عدالت۔ کیا فرشتوں کے سردار حضرت جبرئیل کسی ولی محدّث یا مجدّد پر وحی لا سکتے ہیں؟

جواب: میاں محمود احمد صاحب۔ جی ہاں بلکہ مذکورہ بالا اشخاص کے علاوہ دیگر افراد پر بھی۔

● **نبی کو دوسرے نبی کا متبع نہ کہنے والا نادان ہے**

"بعض نادان کہہ دیا کرتے ہیں کہ نبی دوسرے نبی کا متبع نہیں ہو سکتا اور اسکی یہ دلیل دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ" (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۵۵)

● **یہ کہنا کہ نبی کے لئے شریعت لانا شرط ہے نادان مسلمانوں کا خیال تھا**

"نادان مسلمانوں کا خیال تھا کہ نبی کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ کوئی نئی شریعت لائے یا پہلے احکام سے کچھ منسوخ کرے یا بلاواسطہ نبوّت پائے۔" (حقیقۃ النبوّت صفحہ ۱۳۳)

● **جو شخص کہے آنحضرت کے بعد نبی نہیں آسکتا جھوٹا ہے کذاب ہے**

"اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھ دی جائے اور مجھے یہ کہا جائے کہ تم یہ کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں اُسے کہوں گا تو جھوٹا ہے کذاب ہے۔" (انوار خلافت مطبوعہ ۱۹۱۶ء صفحہ ۶۵)

● مُحدّث کا دعویٰ خدا کے حکم سے کیا گیا ہے

سوال:۔ رسالہ فتح اسلام میں نبوّت کا دعویٰ کیا ہے۔

اما الجواب:۔ نبوّت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱)

● خدا کا دیا ہوا علم کہ نبی کا لفظ حقیقی معنوں میں محمول نہیں

"یہ الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے میرے الہام میں میری نسبت خدا تعالیٰ کی طرف سے بیشک ہیں لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ اور جیسے یہ محمول نہیں ایسے ہی وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا ہے۔ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے۔ میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوّت کے دروازے خاتم النبیین صلعم کے بعد بالکل بند ہیں۔ اب نہ کوئی جدید نبی حقیقی معنوں کی رُو سے آسکتا ہے اور نہ کوئی قدیم نبی۔" (سراج منیر صفحہ ۲)

● حضرت مسیح موعود نبی اور محدّث میں فرق نہ جانتے تھے

"باوجود اس کے کہ وہ سب شرائط جو نبی کے لئے واقعہ میں ضروری ہیں آپ میں پائی جاتی تھیں۔ آپ نبی کا نام اختیار کرنے سے انکار کرتے رہے۔ اور گو ان ساری باتوں کا دعویٰ کرتے رہے جن کے پائے جانے سے کوئی شخص نبی ہو جاتا ہے لیکن چونکہ آپ ان شرائط کو نبی کی شرائط سمجھتے تھے اس لئے اپنے آپ کو محدّث کہتے رہے اور نہیں جانتے تھے کہ میں دعویٰ کی کیفیت تو وہ بیان کرتا ہوں جو نبیوں کے سوائے اور کسی میں پائی نہیں جاتی اور نبی ہونے سے انکار کرتا ہوں

(حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۴)

۲۔ مسئلہ تکفیر

● بےخبر کو کافر کہنے کا الزام افترا ہے

ڈاکٹر عبدالحکیم نے اپنے رسالہ المسیح الدجال وغیرہ میں میرے پر یہ الزام لگایا ہے کہ گویا میں نے اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے جو شخص میرے پر ایمان نہیں لائے گا گو وہ میرے نام سے بھی بے خبر ہو اور گو وہ ایسے ملک میں ہو گا جہاں تک میری دعوت نہیں پہنچی تب بھی وہ کافر ہو جائے گا اور دوزخ میں پڑے گا۔ یہ ڈاکٹر مذکور کا سراسر افترا ہے میں نے کسی کتاب یا کسی اشتہار میں ایسا نہیں لکھا۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۸)

● میرے دعوے کا انکار کرنے والا کافر نہیں

"ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجّال نہیں ہو سکتا۔" (تریاق القلوب صفحہ ۱۳)

"جو ہمیں کافر نہیں کہتا ہم اسے ہرگز کافر نہیں کہتے۔" (بدر ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء صفحہ ۶ کالم نمبر ۱)

● مسلمانوں کی تکفیر کا الزام جھوٹ ہے

"اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمان اور کلمہ گو کو کافر ٹھہرایا حالانکہ ہماری طرف سے تکفیر میں کوئی سبقت نہیں ہوئی۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۰)

● پکّا کافر:۔ "ہر ایک شخص جو موسیٰؑ کو تو مانتا ہو مگر عیسیٰؑ کو نہیں مانتا۔ یا عیسیٰؑ کو مانتا ہے مگر محمدؐ کی نہیں مانتا یا محمدؐ کو مانتا ہے پر مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔" (کلمۃ الفصل ص ۲)

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انھوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں"

(آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

● مسیح موعودؑ کو سچّا سمجھنے لیکن بیعت نہ کرنے والا کافر ہے

"نہ صرف اس کو جو آپ کو کافر تو نہیں کہتا مگر آپ کے دعوے کو نہیں مانتا کافر قرار دیا گیا ہے جو آپ کو دل میں سچّا قرار دیتا ہے اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا لیکن ابھی بیعت میں کچھ توقف ہے کافر قرار دیا گیا ہے۔"

(تشحیذ الاذہان جلد ۶ اپریل ۱۹۱۱ء)

۳۔ اسمہٗ احمد

● احمد آنحضرت صلعم کا نام نہ سمجھنے والا جاہل اور ایمان سے خارج ہے

جاہل لوگوں کو بار بار ٹھوکر لگتی ہے ان کو سمجھنا چاہئے کہ پیغمبر خدا صلعم کے دو ہی نام تھے جب مسیح نے پیش گوئی کی تو احمد صلعم کے نام سے کی .... یہ وہی نام ہے جس کا ترجمہ فارقلیط ہے جہلا کے دماغ میں عقل نہیں ہوتی .... جو شخص اب بھی

● احمد رسول اللہ صلعم کا نام نہیں مسیح موعودؑ کا نام ہے

"میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ آیت یاتی من بعدی اسمہٗ احمد مسیح موعود کے متعلق ہے اور احمد آپ ہی ہیں لیکن اس کے خلاف کہا جاتا ہے کہ احمد نام رسول

ضد کرے تو وہ ایمان سے خارج ہے۔" (تقریر مندرجہ الحکم ۱۰ فروری ۱۹۰۱ء)

● آیت اسمہ احمد حضرت نبی کریم صلعم کے لئے ہے

"ہمارے نبی صلعم کے دو نام ہیں ایک محمد اور دوسرا احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔"
(اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۳)

● آیت اسمہ احمد میں من بعدی کالفظ آنحضرت صلعم پر دلالت کرتا ہے

مسیح کی گواہی قرآن کریم میں اس طرح پر لکھی ہے کہ مبشراً برسولٍ یاتی من بعدی اسمہ احمد یعنی میں ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں۔ جو میرے بعد یعنی میرے مرنے کے بعد آئے گا اور نام اس کا احمد ہوگا۔ پس اگر مسیح اب تک اس عالم جسمانی سے گذر نہیں گیا تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہمارے نبی صلعم بھی اب تک اس عالم جسمانی میں تشریف فرما نہیں ہوئے کیونکہ نص اپنے کھلے کھلے الفاظ سے بتلا رہی ہے کہ جب مسیح اس عالم جسمانی سے گذر جائیگا تب آنحضرت صلعم اس عالم جسمانی میں تشریف لائیں گے وجہ یہ کہ آیت میں آنے کے مقابل پر جانا بیان کیا گیا ہے (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۴۲)

● احمد رسول اللہ صلعم ہیں

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے	جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے
تیرے منہ کی قسم میرے پیارے احمد	تیری خاطر سے یہ سب بار اُٹھایا ہم نے
شانِ احمد کہ داند جز خداوند کریم	آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتادمیم

ان اشعار میں حضرت مسیح موعود نے حضرت رسول کریم صلی اللہ وسلم ہی کو احمد قرار دیا ہے۔

● مسیح موعودؑ کا نام غلام احمد ہے احمد نہیں

حضرت رسول کریم صلعم صاحبِ شریعت ہیں اور حضرت امام صاحبِ شریعت نہیں بلکہ اس شریعت کے تابع وخادم ہیں اس واسطے غلام احمد نام ہے۔ ورنہ احمد نام ہوتا۔"
تحریر حضرت مولانا نورالدین صاحب مندرجہ الحکم ۱۸/اپریل ۱۹۰۸ء

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اور آپ کے سوائے کسی اور شخص کو احمد کہنا آپ کی ہتک ہے۔ لیکن میں جہاں تک غور کرتا ہوں میرا یہ یقین بڑھتا جاتا ہے۔ اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا جو لفظ قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہی ہے۔ میں اس بات کے ثبوت میں خدا کے فضل سے دلائل رکھتا ہوں اور تمام دنیا کے عالموں اور فاضلوں کے سامنے بیان کرنے کے لئے تیار ہوں اور اگر کوئی میرے دلائل کو غلط ثابت کردے کہ احمد آنحضرت صلعم کا نام ہے۔ نہ کہ صفت اور یہ کہ جو نشانات احمد کے قرآن کریم میں آتے ہیں وہ آنحضرت صلعم پر چسپاں ہوتے ہیں اور یہ کہ رسول اللہ صلعم نے یہ پیش گوئی اپنے پر چسپاں فرمائی ہے تو میں ایسے شخص کو ایک مقرر تاوان جو فریقین کو منظور ہو دینے کے لئے تیار ہوں۔" (انوار خلافت صفحہ ۱۸۔۱۹)

● مسیح موعود کا رسول ہونا آیت اسمہ احمد سے

"حضرت مسیح موعود کو بھی قرآن کریم میں رسول کے نام سے یاد فرمایا ہے چنانچہ ایک تو آیت مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد سے ثابت ہے۔
"(حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۸۴)

● غلام احمد میں "غلام" زائد ہے اصل نام احمد ہے

"حضرت صاحب (مسیح موعود) کے خاندان میں بھی غلام کا لفظ سب ناموں کے پہلے بڑھایا جاتا تھا آپ کے والد کا نام غلام مرتضےٰ تھا چچوں کا نام غلام حیدر۔ غلام محی الدین تھا اسی طرح آپ کے نام کے ساتھ غلام بڑھایا گیا ورنہ آپ کا نام احمد ہی تھا۔"
(انوار خلافت صفحہ ۳۳)

۴۔غیر احمدی کی نماز جنازہ

● برانہ بولنے والے کی نماز جنازہ جائز

خط مفتی محمد صادق صاحب بنام میاں غلام قادر ساکن جیود بجل بحکم حضرت مسیح موعودؑ "جو مخالف برانہ بولتا ہو اس کا جنازہ جائز ہے مگر امام بہر حال احمدی ہو۔"

● خاموش اور درمیانی حالت والے غیر احمدی کا جنازہ جائز ہے

"سوال ہوا کہ جو آدمی اس سلسلہ میں داخل نہیں اس کا جنازہ ہے یا نہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ اگر اس سلسلہ کا مخالف تھا اور ہمیں برا سمجھتا تھا تو اس کا جنازہ نہ پڑھو اور اگر خاموش تھا اور درمیانی حالت میں تھا تو اس کا

● غیر احمدی کی نماز جنازہ جائز نہیں

"قرآن شریف سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایسا شخص جو بظاہر اسلام لے آیا لیکن یقینی طور پر اس کے دل کا کفر معلوم ہو گیا تو اس کا جنازہ بھی جائز نہیں پھر غیر احمدیوں کا جنازہ پڑھنا کس طرح سے جائز ہو سکتا ہے۔" (انوار خلافت صفحہ ۹۶)

جنازہ پڑھ لینا جائز ہے۔بشرطیکہ نماز جنازہ کا امام تم میں سے ہو۔"

"متوفی اگر مکفر اور مکذب نہ ہو تو اس کا جنازہ بیشک پڑھ لیا جاوے کوئی حرج نہیں کیونکہ علام الغیوب خدا ہی کی ذات ہے۔" (فتاویٰ احمدیہ صفحہ ۱۱۸ جلد اول)

● غیر احمدی رشتہ دار کے جنازہ کی اجازت

موضع بھڈیار ضلع امرتسر کے احمدیوں اور دوسرے مسلمانوں میں ایک معاہدہ باہم ہوا۔ جس میں احمدیوں کی طرف سے بالصراحت یہ شرط بھی تھی کہ :۔

"معمولی رنگ میں رہنے والے بے شر غیر احمدی رشتہ دار کا جنازہ پڑھ لیں گے۔" تو اس پر حضرت صاحب (مسیح موعودؑ) نے ذیل کے الفاظ اپنے قلم سے لکھے :۔

"اَلسلاَمُ عَلَیکُمْ وَ رَحْمَتُہُ اللہِ وَ بَرَکَاتُہُ جو کچھ لکھا بہت خوب اور مبارک ہے۔" (اخبار بدر ۱۳۔ مئی ۱۹۰۹ء)

● غیر احمدی بچے کا بھی جنازہ جائز نہیں

"غیر احمدی کا بچہ بھی غیر احمدی ہی ہوگا اس لئے اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہئے۔" (انوار خلافت صفحہ ۹۳)

● حضرت مسیح موعود نے غیر احمدی کے جنازہ کی اجازت دی ہے لیکن عمل اسکے خلاف ہے

"پھر ایک سوال غیر احمدی کے جنازہ پڑھنے کے متعلق کیا جاتا ہے اس میں ایک مشکل یہ پیش کی جاتی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے بعض صورتوں میں جنازہ پڑھنے کی اجازت دی ہے۔اس میں شک نہیں کہ بعض حوالے ایسے ہیں جن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے اور ایک خط بھی ملا ہے جس پر بعد میں غور کی جائے گی لیکن مسیح موعودؑ کا عمل اسکے برخلاف ہے۔" (انوار خلافت صفحہ ۹۱)

۵۔غیر احمدی کے پیچھے

● جو غیر احمدی مکفرین کے پیرو نہیں اُن کے پیچھے نماز جائز ہے

"اگر ایسے لوگ ہوں کہ وہ صفائی ثابت کرنے کے لئے اشتہار دیدیں کہ ہم ان مکفر مولویوں کے پیرو نہیں ہیں تو پھر ان کے ساتھ نماز پڑھنا روا ہے۔" (ارشاد دستخطی حضرت مسیح موعود مورخہ ۱۷مارچ ۱۹۰۸ء) مندرجہ اخبار بدر مورخہ ۲۱۔۲۴ دسمبر ۱۹۰۸ء)

● حُسن ظن رکھنے والے کے پیچھے نماز پڑھ لیں

"جو لوگ منافق طبع نہیں اور جو لوگ واقعی حسن ظن رکھتے ہیں وہ کسی قدر معذور ہو سکتے ہیں۔ آپ بعد الاستخارہ ان کے پیچھے نماز پڑھ لیں۔" (فتویٰ حضرت مولانا نورالدین صاحب)

● غیر احمدی کے پیچھے نماز جائز نہیں

"ہمارا یہ فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور اُن کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔" (انوار خلافت صفحہ ۹)

باہر سے لوگ اسی کے متعلق پوچھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں تم جتنی دفعہ بھی پوچھو گے اتنی دفعہ ہی میں یہ جواب دوں گا کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنی جائز نہیں۔

(انوار خلافت صفحہ ۸۹)

۶۔ غیر احمدی سے رشتہ ناطہ

● میاں محمود احمد کی سالی کا نکاح غیر احمدی سے باجازت حضرت مسیح موعود

یہ ایک واقعہ ہے کہ میاں محمود احمد صاحب کی سالی یعنی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم کی لڑکی کا نکاح حضرت مسیح موعودؑ کی اجازت سے ایک غیر احمدی رشتہ دار کے ساتھ قادیان میں حضرت مولانا نورالدین صاحب نے پڑھا۔ مجلس نکاح میں خود میاں محمود احمد صاحب شامل تھے۔اگر غیر احمدی کو لڑکی دینا حضرت مسیح موعود کی ناراضگی کا موجب ہوتا تو اس رشتہ کی اجازت کیوں دیتے؟

● غیر احمدی کو لڑکی دینے پر حضرت مسیح موعود کی ناراضگی

"ایک اور بھی سوال ہے کہ غیر احمدیوں کو لڑکیاں دینا جائز ہے یا نہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس احمدی پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے جو اپنی لڑکی غیر احمدی کو دے۔" (انوار خلافت صفحہ ۹۳)

نوٹ :۔ جماعت احمدیہ لاہور یعنی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (لاہور) کا موقف مندرجہ بالا ارشادات بانی سلسلہ احمدیہ کے عین مطابق ہے اور حقیقی احمدیت کی علمبردار ہے۔اور غلو پسندی سے پاک ہے۔

نوٹ :۔ قادیانی جماعت کے مندرجہ بالا معتقدات حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ کے معتقدات کے بالکل برعکس ہیں اور حقیقی احمدیت کی روح کے عین منافی ہیں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا کا بھی ان عقائد سے قطعی کوئی واسطہ نہیں ہے۔

ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

از قلم: جناب مکرم نصیر احمد فاروقی صاحب

مندرجہ بالا شعر حضرت مرزا غلام احمد صاحب بانی سلسلہ احمدیہ کا ہے۔ ختم نبوت ہر مسلمان کا جزو ایمان ہے۔ اس کے لئے قرآن شریف کی آیت خاتم النبیین اور منجملہ احادیث کے حدیث نبوی "لا نبی بعدی" کافی ہے۔ حضرت مرزا صاحب کا بھی یہی ایمان تھا جس کو آپ نے بے شمار جگہ اللہ تعالےٰ کو حاضر و ناظر کر کے لکھا ہے۔ مگر ختم نبوت پر وہ دلیل جو مندرجہ بالا شعر میں ہے وہ بے نظیر ہے۔ فرمایا کہ جب رسول اللہ صلعم کی ذات پاک پر انسانیت کا ہر کمال بلکہ نبوت کا ہر کمال ختم ہو گیا تو اب کسی پیغمبر کی کیا ضرورت رہی؟

حضرت مرزا صاحب نے ختم نبوت پر صرف دلائل ہی نہیں دیئے جن میں سے کچھ کا ذکر آگے مزید آئے گا۔ بلکہ ختم نبوت میں ایک رخنہ آن کر پڑتا تھا مسلمانوں کے اُس عقیدہ سے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اپنے جسدِ عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے اور آخر زمانہ میں جب اُمت محمدیہ کا حال برا ہوگا تو وہ آن کر اُسے بچائیں گے۔ اگر فی الواقعہ ایسا ہے تو خاتم النبیین تو نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ السلام ہونگے نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس لئے وفاتِ مسیح کو قرآن مجید کی تیس سے زیادہ آیات اور احادیث نبویؐ سے ثابت کر کے حضرت مرزا صاحب نے ختم نبوت کو رسول اللہ صلی علیہ وسلم پر مسلم کیا۔ اور یہ حضرت مرزا صاحب کی ختم نبوت کے عقیدہ کی اتنی بڑی خدمت ہے کہ اُس کے آگے دنیا کا سر جھک جانا چاہئے تھا۔ مگر حضرت عیسےٰ کو زندہ ماننے والوں نے اس کا جواب دیا کہ حضرت عیسیٰ جب دوبارہ آئیں گے تو وہ نبی نہ ہونگے۔ اس طرح کسی نبی کا نبوت سے معزول ہونا نہ قرآن مجید سے ثابت ہے اور نہ کسی حدیث نبوی سے اور نہ یہ سمجھ آتا ہے کہ افضل الرسُل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نعوذ باللہ کون سی کمی تھی جس کو حضرت عیسےٰ تشریف لا کر پورا کریں گے۔ حضرت مرزا صاحب نے کیا خوب لکھا ہے:۔

مسیح ناصری را تا قیامت زندہ می فہمند
مگر مدفونِ یثرب را نہ داد ند ایں فضیلت را

نبی کیوں آتا ہے؟

ختم نبوت کے مسئلہ کو سمجھنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ نبی آتا کیوں ہے؟ قرآن کریم میں ابتدائے آفرینش انسان کے ذکر میں بنی آدم کو مخاطب کر کے فرمایا:

"فامایأ تینّکم منیّ ھدی فمن تبع ھدیٰ فلا خوفٌ علیھم و لا ھم یحزنون (سورۃ البقرہ :۳۸)

یعنی سو ضرور میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے گی سو جو میری ہدایت کی پیروی کریگا اُن پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اسی کی دوسری جگہ یوں وضاحت فرمائی

" یا بنی آدم امّا یاتینّکم رُسُلٌ منکم یقصّون علیکم اٰیتی فمن اتّقی واصلح فلا خوف علیھم ولاھم یحز نون "
(الاعراف :۳۵)

یعنے "اے بنی آدم اگر کبھی تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول آئیں میری آیات تم پر بیان کریں تو جو کوئی تقویٰ کرے اور اصلاح کرے اُن پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہونگے۔"

اس سے واضح ہو گیا کہ نبیوں کی بعثت کی اصل غرض اللہ تعالےٰ کی ہدایت کو مخلوق تک پہنچانا تھا۔ ہر انسان کی طرح نسلِ انسانی بھی اپنی طفولیت کی حالت سے لڑکپن اور پھر نوجوانی کی حالتوں میں سے گذری اور ان حالتوں میں مختلف نبی اپنی اپنی قوم کی استعداد کے مطابق ہدایت لوگوں کو پہنچاتے رہے۔ آخر وہ وقت آیا جب نفوس انسانی مختلف انبیاءؑ کی تعلیم سے اس قابل ہو چکے تھے کہ اب وہ آخری اور جامع تعلیم پائیں۔ اس بتدریج ترقی کا پتہ اُس بات سے بھی ملتا ہے جو حضرت عیسےٰؑ نے اپنے حواریوں سے کی کہ میں نے ابھی بہت سی باتیں تم سے کہنی تھیں مگر تم ان کی برداشت نہیں رکھتے مگر وہ جو رُوحِ حق میرے بعد آئے گا وہ تمام باتیں سچائی کی راہ کے متعلق تم کو بتادے گا۔

چنانچہ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم وہ واحد پیغمبر ہیں جن کے ذریعہ سے نسلِ انسانی کو بتلایا گیا کہ الیوم الکملت لکم دینکم واتممت

علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ "یعنے آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا۔ اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کیا:

تو نبوت کا جو اصل مقصد ہے یعنے اللہ تعالےٰ کی ہدایت کو مخلوق تک پہنچانا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آکر تکمیل پا گئی اور اس لئے لازماً نبوت آپؐ پر آن کر ختم ہو گئی۔ جیسا کہ حضرت بانی سلسلہ نے خوب فرمایا ہے کہ :۔

"جس چیز کی ابتداء ہے اُس کی آخر انتہا بھی ہوتی ہے۔"

ختم نبوت میں وحدتِ نسلِ انسانی

کان النّاس امة واحدة

قرآن پاک کا ارشاد ہے کہ تمام نسلِ انسانی ایک ہے۔ اور اس لئے قرآن مجید نے واضح کیا ہے کہ تمام نبی جو بنی آدم کی طرف مبعوث ہوئے ان کو ایک ہی بنیادی تعلیم دی گئی جسکی اصل توحیدِ الٰہی تھی مگر لوگوں نے الہامی کتابوں کو کھو دیا کیونکہ جن لوگوں کو اُن کا محافظ بنایا گیا تھا یعنے ہر مذہب کے علماء انہوں نے اپنی من مانی منوانے کے لئے خدا کی کتاب کو لوگوں سے دور رکھا اور اس کو اور اس کے علم کو اپنی ٹھیکہ داری بنانے کے لئے کتاب کو لوگوں کے ہاتھوں میں نہ جانے دیا۔ پھر ہر ایسے مذہبی رہنما نے من مانی منوانے کے لئے اپنی طرف سے جو چاہا اپنی الہامی کتاب کی طرف منسوب کیا اور یا تو اس کتاب میں تحریف کی یا آہستہ آہستہ اُسے بالکل گنوا دیا۔ وگرنہ کیا وجہ ہے کہ خدا کی کتاب جو سب میں قیمتی دولت ہے وہ ہر مذہب نے کھو دی۔ یا اس کے مختلف اور متضاد نسخے یا تراجم صرف رہ گئے؟ اور اسی وجہ سے مذاہب عالم میں بنیادی اختلافات پیدا ہو گئے مثلاً کوئی دو خدا منواتا ہے تو کوئی تین اور کوئی تینتیس کروڑ۔ اس اختلافِ مذاہب سے نسلِ انسانی میں سنگین اختلافات پیدا ہو گئے۔

چونکہ تمام نبیوںؑ کی اصل تعلیم ضائع ہو گئی تھی اس لئے ہر قوم نے اپنے نبیؑ اور اپنی الہامی کتاب ہی کو واحد سچا مذہب بتایا کیونکہ تکبر نفس اور آپس میں تفاخر فطرتِ انسانی کی بنیادی کمزوری ہے۔ اس مذہبی پھوٹ اور مذہبی دشمنی کا واحد علاج یہی تھا کہ نسلِ انسانی کو ایک نبی کے جھنڈے کے نیچے جمع کیا جائے اور اسے آخری بنایا جائے تا کہ اور کوئی نبی آن کر نسلِ انسانی کی وحدت میں پھوٹ نہ ڈالے۔

عجیب بات یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ علیہ والہٖ وسلم واحد رسولؐ اور نبی ہیں جو کسی ایک قوم کی طرف مبعوث نہیں ہوئے بلکہ تمام نسلِ انسانی کی طرف ہوئے جیسا کہ قرآن نے فرمایا:۔

"قُل یا یھاالنّاس انّی رسَول الله الیکم جمیعا"

یعنے کہہ دے اے نسلِ انسانی میں تم سب کے سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں" اور آپ واحد نبی ہیں جو واضح طور پر خاتم النبیین بنائے گئے۔ اس طرح نسلِ انسانی کی وحدت کو مستقل کر دیا گیا۔

تکمیل ہدایت اور ختم نبوت

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ہدایت دے کر بھیجا گیا تھا وہ ہر لحاظ سے کامل نہ ہوتی تو پھر بھی گنجائش رہ جاتی کہ کوئی نبی آئے اور اس کمی کو پورا کرے اس لئے قرآن پاک نے واضح کر دیا کہ :

"**الیوم اکملت لکم دینکم وا تممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الا سلام دیناً**"

"یعنے آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کیا"

یہ دعویٰ کسی اور الہامی کتاب نے نہیں کیا۔ یہ دعویٰ اور کسی نبی نے نہیں کیا بلکہ جیسا کہ میں اُوپر بتا آیا ہوں حضرت عیسےٰؑ نے خود فرمایا کہ ابھی میں نے تم سے بہت سی باتیں کہنی تھیں مگر تم ابھی ان کی برداشت نہیں رکھتے مگر وہ جو روحِ حق میرے بعد آئے گا وہ تمام سچائی کی راہیں تم پر کھولے گا:

اسی طرح جب مندرجہ بالا آیت قرآنی نازل ہوئی تو مدینہ کے یہود نے کہا کہ اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اسے یوم عید مقرر کرتے۔ دوسرے مذاہب کی اس کمی کو دور کرنے کا یہی طریق ہے کہ ان تک قرآن پاک کی تعلیم پہنچائی جائے۔ قرآن مجید اور دوسری الہامی کتابوں کے اس فرق کی وجہ ہے کہ دوسری قومیں اگر کوئی انسانی ترقی یا تکمیل کی طرف قدم اُٹھاتی ہیں تو اکثر اپنی الہامی کتابوں کو چھوڑ کر اور مسلمان قوم ترقی و تکمیل کی طرف جو قدم اُٹھاتی ہے وہ قرآن مجید کی طرف ہوتا ہے۔ مثلاً عورتوں کو وراثت میں حق یا طلاق کے مسئلہ کو لے لیجئے۔ آج دنیا بھر کی اقوام اپنی مزعومہ الہامی کتابوں کی تعلیم کو چھوڑ کر قرآن مجید کی تعلیم کو اپنا رہی ہیں اگرچہ ان کو اس کا احساس نہیں۔ ضرورت ہے کہ انہیں احساس دلایا جائے کہ راہِ ہدایت کہاں سے ملتی ہے۔

☆☆☆

CHAUDHVIN SADI (URDU MONTHLY)
L.25-A DILSHAD GARDEN DELHI- 110095 PHONE:- 2296616
VOL - 1 ISSUE 4-5 June - July 2000

بقیہ صفحہ نمبر ۲۔

مولانا محمد علی مرحوم نے مرزا صاحب کو کبھی بھی حقیقی نبی نہیں مانا مولانا محمد علی صاحب ۲۳ر اگست ۱۹۱۴ء میں اسکا اظہار ایک کتابچہ "میرے عقائد" میں کر چکے ہیں جسے فاضل مرتب مولانا محمد ادریس صاحب نے بھی نقل کیا ہے۔ مولانا محمد علی صاحب کا بیان ہے۔

"میں حقیقی نبوت محمد رسول اللہ صلی اللہ پر ختم یقین کرتا ہوں آپ کے بعد نہ کوئی نبی واپس آئے گا اور نہ کوئی نبی مبعوث ہوگا۔"

قادیانیوں کے الزامات کے جواب میں اپنے عقائد کے تعلق سے حضرت مولانا محمد علی صاحب نے بڑی وضاحت سے ایک پمفلٹ "میری تحریر میں لفظ نبی کا استعمال" ۱۹۱۸ء میں شائع کیا تھا اس کا ایک اقتباس مولوی محمد ادریس صاحب نے بھی نقل کر کے خود ہی قارئین کے سامنے حقیقت واضح کر دی۔

مولانا محمد علی صاحب کا بیان ان کے تحریر کردہ پمفلٹ سے یوں نقل کیا ہے۔

"میں مانتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام شرعی اصطلاع میں نبی اور رسول نہ تھے بلکہ ان الفاظ کے لغوی معنوں کے رو سے نبی اور رسول تھے یعنی نبی اسلئے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتے تھے اور اللہ تعالیٰ آپ پر غیب کے اخبار ظاہر کرتا تھا اور رسول اس لئے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے مامور کر کے اصلاح کے لئے بھیجا تھا یعنی آپ ان معنوں میں نبی اور رسول تھے جن معنوں میں اس امت کے دوسرے مجدد بھی نبی اور رسول کہلا سکتے ہیں۔"

یاد رہے مولانا محمد علی صاحب نے اپنی زندگی کے آخری دور (دسمبر ۱۹۴۶ء میں یہ بیان قلمبند فرمایا تھا۔ مولوی ادریس صاحب کی مزید تسلی کے لئے ہم نے جواباً لاہوری جماعت اور قادیانی جماعت کا موازنہ اس شمارے میں پیش کیا ہے اور اسی کے ساتھ بانی سلسلہ احمدیہ کا ختم نبوت کے بارے میں حلفیہ بیان اور حضرت مولانا محمد علی صاحب لاہوری کا حلفیہ بیان بھی شائع کیا ہے جسے قارئین آگے ملاحظہ فرمائیں

☆☆☆

بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ کا حلفیہ بیان

"تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانۂ خدا مسجد میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔" (مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۲۵۵)

"اب اس عاجز نے ان موجودہ علماء کے مقابل پر کئی مرتبہ خدا تعالیٰ کی قسمیں کھا کر کہ میں کسی نبوت کا مدعی نہیں مگر پھر بھی یہ لوگ تکفیر سے باز نہیں آتے۔" (مکتوب بنام مولوی احمد اللہ امرتسری۔ الحکم ۷، ۲ر جنوری ۱۹۰۴ء)

حضرت مولانا محمد علی لاہوریؒ کا حلفیہ بیان

"میں محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور اللہ جل شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا عقیدہ ہے کہ حضرت میرزا صاحب مجدد و مسیح ہیں مگر نبی نہیں اور نہ ان کے انکار سے کوئی شخص کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہو سکتا ہے اور یہی عقیدہ حضرت صاحب کا تھا اے خدا اگر میں نے تیرا نام لیکر قسم کھانے میں جھوٹ بولا ہے تو اپنی طرف سے ایسی عبرتناک سزا مجھ پر بھیج جس میں انسانی ہاتھ کا کوئی دخل نہ ہو اور جس سے دنیا سمجھ لے کہ خدا تعالیٰ کی جھوٹی قسم کھا کر مخلوق خدا کو دھوکہ دینے والوں پر خدا تعالیٰ کی گرفت کیسی سخت اور دردناک ہوتی ہے۔" (اخبار پیغام صلح ۱۱ر دسمبر ۱۹۴۶ء)

ختم نبوت کا منکر کون؟

کیا وہ لوگ ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بنی اسرائیل کے نبی ہیں تشریف لے آئیں گے اور امت محمدیہ کی اصلاح کریں گے۔

یا

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے ممبران جن کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیر مشروط طور پر خاتم النبیین اور آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا نہ نیا نہ پرانا۔

Editor & Publisher, Mumtaz Alam Printed at Harsha Process & Printer H-12, Mansrover Park Shahdra Delhi
Published From L/25 A Dilshad Garden Delhi 110095 Tel:- 2296616